ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بنیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۷ اگست ۱۹۸۲ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
ڈیڑھ روپیہ

راجہ صاحب مکرّم سے!

پاکستان کے مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات راجہ محمد ظفر الحق صاحب کے متعلق ہمیں ذاتی طور پر علم ہے کہ وہ ایک مخلص دیانت دار، خدا خوف اور شریف النفس انسان ہیں ــــ حضور ختمی مرتبت محمد عربی صلوات اللہ تعالےٰ علیہم و سلامہ سے ان کی عقیدت و شیفتگی مثالی ہے بالخصوص مسئلہ ختم نبوّت کے ضمن میں ان کا کردار بہت ہی عظیم ہے جس کا اجر بارگاہِ قدس سے انہیں ضرور ملے گا۔

وہ جس محکمہ کے انچارج ہیں وہ بڑا اہم ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اپنے طور پر اصلاح کی خاصی کوشش کرتے ہیں لیکن صورت حال ایسی ہے کہ کسی انقلابی قدم کے بغیر بات نہ بنے گی ــــــ اخبارات نے پچھلے دنوں فحش مواد کی اشاعت کے سلسلہ میں جو معاہدہ کیا اس کا حشر معلوم؟ ٹی وی، ریڈیو کے پروگراموں کی اکثریت بلائے جان سے بڑھ کر بلائے ایمان ہے۔ ان اداروں میں کام کرنے والے لوگوں کی اکثریت جانتی ہی نہیں کہ دین کیا ہے؟ دینی اقدار کیا ہیں؟ اور صحیح و غلط کی حدود کیا ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ وقتاً فوقتاً ہمیں اس قسم کی شکایات ملتی رہتی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان اداروں کے ذریعہ گڑبڑ ہو رہی ہے۔

اُدخُلوا فِی السِّلمِ کافّۃ

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰہِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ وَلٰکِنّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا کَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَتَنَافَسُوْھَا کَمَا تَنَافَسُوْھَا وَتُھْلِکَکُمْ کَمَا اَھْلَکَتْھُمْ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: عمرو بن عوف رض سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم، مجھے تمہاری تنگدستی سے ڈر نہیں ہے بلکہ مجھے تمہارے متعلق یہ خطرہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں تم پر کشادہ کی جائیں گی۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئیں۔ پھر تم ان میں ویسی رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی تھی اور وہ ساز و سامان دنیوی تمہیں ہلاک کر دیں گے جس طرح پہلوں کو ہلاک کیا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ کَفَافًا وَّقَنَّعَہُ اللّٰہُ بِمَا اٰتَاہُ۔ (رواہ مسلم)

عبداللہ بن عمرو رض سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک نجات پا گیا وہ شخص جو اسلام لایا اور اسے بقدر ضرورت رزق دیا گیا ہو اور جتنا اسے خدا تعالیٰ نے دیا ہے اس پر قناعت کرنے کی توفیق اللہ تعالےٰ نے دی ہو۔

عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلٰثَۃٌ فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ وَیَبْقٰی مَعَہٗ وَاحِدٌ یَّتْبَعُہٗ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَعَمَلُہٗ فَیَرْجِعُ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَیَبْقٰی عَمَلُہٗ۔ (متفق علیہ)

انس رض سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میّت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، پھر دو واپس آ جاتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہتی ہے۔ میّت کے ساتھ اس کا اہل اور مال اور عمل جاتے ہیں پھر اہل اور مال لوٹ کر آ جاتے اور اس کا عمل ساتھ ہی رہتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِہٖ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَّالِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُہٗ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَّالِ وَارِثِہٖ قَالَ فَاِنَّ مَالَہٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِہٖ مَا اَخَّرَ۔ (رواہ البخاری)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں کوئی ایسا ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال زیادہ محبوب ہو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے مگر ہر ایک کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے آپؐ نے فرمایا ہر انسان کا اپنا مال وہ ہے جو آگے بھیج چکا اور جو پیچھے چھوڑ گیا وہ اس کے وارث کا مال ہے۔

رسائل

انجمن خدام الدین

حضرت لاہوریؒ کے مختلف مسائل پر تحریر کردہ مشہور رسائل کا تازہ ایڈیشن چھپ کر تیار ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے دو جلدوں میں تیار کرایا گیا ہے۔

ہدیہ

جلد اول ۱۰/-، جلد دوم ۱۰/-

ماہانہ مجلس ذکر

انشاء اللہ تعالیٰ حسب سابق ماہانہ مجلس ذکر زیر صدارت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم مولانا ۵ ر ستمبر بروز اتوار بعد نماز مغرب خضراء مسجد سمن آباد لاہور میں منعقد ہوگی۔ دعوتِ عام ہے۔

ربوہ چلو

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام "ربوہ" میں ۶-۷ ر ستمبر کو کانفرنس کا اعلان ہو چکا ہے۔

۱۹۶۵ء کی جنگ کے حوالہ سے ۶ ر ستمبر کا دن بڑا اہم ہے اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے حوالہ سے ۷ ر ستمبر کا دن مخصوص اہمیت کا حامل ہے — انہی مناسبتوں سے مجلس نے ان تاریخوں میں اس کانفرنس کا اہتمام کیا جو قابل ستائش امر ہے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کو ہر طرح کامیابی سے نوازے۔

مجلس دو سال سے چنیوٹ کانفرنس کا ایک اجلاس ربوہ میں منعقد کر رہی ہے لیکن باقاعدہ طور پر ربوہ جیسے مقام پر پہلی کانفرنس ہے اس لئے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت جو گویا مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ کا نقش ثانی ہے اپنی عظیم روایات کے مطابق ایسا انتظام کرے کہ کسی کو کوئی گلہ نہ رہے —

یہ عزیزانہ اور برادرانہ گلہ ہے کہ چنیوٹ کانفرنس کچھ عرصہ سے ایک روایتی جلسہ بن کر رہ گئی ہے یہاں وہ کیفیت نہ ہو۔ ساتھ ہی ہر وہ فرد اور طبقہ جو کسی نہ کسی درجہ میں اس سلسلہ میں مصروف عمل ہے اسے دعوت شمولیت دی جائے تاکہ امت کا مؤقف زیادہ مؤثر طریق سے سامنے آسکے — اس کے ساتھ ہی یہ گذارش کرنا ضروری ہے کہ مجلس کے اکابر و کارکن اور مبلغ حضرات، حضرت امیر شریعت، خطیب پاکستان، متکلم اسلام مناظر اسلام، فاتح قادیانیت اور محدث عصر قدس اللہ تعالےٰ اسرارھم کی طرح اپنی کاوشوں کا مرکز صرف اس مسئلہ کو بنائیں اور اگر کوئی عزیز و رفیق کسی دوسرے دائرہ میں دلچسپی لے تو اسے ہمہ تن اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے اس میں سب کی خیر اور سب کا بھلا ہے۔

برادرانِ اہلسنت سے یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ وہ اپنی دینی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جوق در جوق ربوہ پہنچیں۔ اور اکابرین مجلس ایسا پروگرام وضع کریں کہ تقاریر وخطابات محض جوش و جذبات کے عکاس نہ ہوں بلکہ مذاکراتی انداز میں منظم ہو کہ آنے والے کچھ سیکھ کر جائیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی مرضیات سے نوازے۔

علوی

جامع مسجد شیرانوالہ میں

آیت کریمہ

۲۶ راگست بروز جمعرات پڑھی جائے گی۔

مجلسِ ذکر

ضبط وترتیب : علوی

امانت

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :

محترم بزرگو اور عزیز بھائیو!

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے صحابہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فتنوں کے سلسلہ میں متعدد روایات منقول ہیں وہ اس ضمن میں اس لئے شہرت رکھتے ہیں کہ وہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگ آپؐ سے خیر کی باتیں پوچھتے اور میں شر کی باتیں معلوم کرتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خیر کا راستہ اپنانا اور شر کے راستہ سے بچنا نجات کے لئے ضروری ہے۔ اور شر و فتن سے بچنا اسی صورت ممکن ہے کہ اس کا علم ہو — آج ان سے منقول ایک روایت عرض کرتا ہوں جو حضرات شیخین امام بخاری اور امام مسلم قدس سرھما نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :-

"ہمیں رسول اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے دو باتیں ارشاد فرمائی تھیں۔ ایک کو میں نے دیکھ لیا دوسری کا انتظار ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ امانت (یعنی طلب حق کی پیاس جیسا کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا نفس امانت (اور اس کی حفاظت کا جذبہ) لوگوں کے دلوں کی جڑ میں نازل ہوئی تھی تب انہوں نے قرآن سیکھا (اور سنت سیکھی جب سیکھنے کا داعیہ پیدا ہؤا تو سیکھا یا سیکھا تو اس کی حفاظت کی) یہ بات تو وہ ہے جو آپ نے فرمائی اور میں نے دیکھ لی — رہ گئی دوسری بات جس کا انتظار تو وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ :- ایک شخص سوئے گا پھر امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی — (واقعۃً سویا یا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے نشہ میں کھو کر سونے والوں کی مانند ہو گیا) اس امانت کا اثر ایک داغ کی صورت میں رہ جائے گا پھر سوئے گا تو بقیہ امانت بھی اٹھا لی جائے گی۔ پھر اس کا اثر آبلہ کی صورت میں رہ جاتے گا جس طرح انگارہ کہ اسے تو اپنے پاؤں پر رکھے تو وہاں آبلہ پڑ جائے حتیٰ کہ تم اس جگہ کو پھولا ہؤا دیکھو گے۔ لیکن اندر کچھ نہ ہوگا۔ اور لوگ صبح کو کاروبار کریں گے اور کوئی ایک شخص بھی امانت کا حق ادا نہیں کرے گا۔ حتیٰ کہ کہا جاتے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک آدمی امین ہے — کہا جائیگا کہ وہ بڑا عقلمند، دانا اور چالاک ہے۔ حالانکہ اس کے دل میں رائی

(باقی ۲۲ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

دنیوی زندگی ـــــ کھیل اور تماشہ!

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

اِعْلَمُوْٓا اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ...... وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (صدق اللہ العلی العظیم) الحدید : ۲۰

بزرگانِ گرامی، برادرانِ عزیز! سورہ الحدید کی آیت ۲۰ پیش کی گئی اس کا ترجمہ پہلے ملاحظہ فرما لیں :-

"جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ اور زیبائش اور ایک دوسرے پر آپس میں فخر کرنا اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں زیادتی چاہنا ہے، جیسے بارش کی حالت کہ اس کی سبزی نے کسانوں کو خوش کر دیا پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تُو اُسے زرد شدہ دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے ـــــ اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے اسباب کے اور کیا ہے۔"

(حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ)

سورۃ کے مضامین

حضراتِ گرامی! یہ سورت جس کی آیت معہ ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمائی مدنی سورۃ ہے۔ بقول حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا موضوع "طریقِ حصولِ سلطنت" ہے۔ (حواشی قرآن مجید ص۸۵۰)

ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی، ساری کائنات کا اس کی تسبیح میں مشغول ہونا اور سارے جہانوں پر اس کی حکومت و فرمانروائی کا ذکر ہے ـــــ ساتویں آیت میں "ایمان باللہ و بالرسول" اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی دعوت و ترغیب ہے اور ارشاد ہے کہ اہل ایمان اور راہ حق میں خرچ کرنے والے "اجر کبیر" کے مستحق ہوں گے ـــــ وہ لوگ جو ایمان و یقین کے راستہ سے دُور ہیں انہیں جھنجھوڑا گیا اور ان سے سوال ہُوا کہ آخر تم "ایمان باللہ" کی نعمت عظمیٰ سے کیوں دور و نفور ہو؟ جب کہ "رسولِ برحق" تمہیں برابر اس طرف بلا رہے ہیں۔ اور یہ کہ ایمان باللہ کے نتیجہ میں خدا کی نازل کردہ آیات کا واضح اور بدیہی فائدہ تمہیں یہ نصیب ہوگا کہ تم ہر قسم کی ظلمتوں سے بچ کر "نور مبین" سے ہمکنار ہو جاؤ گے اور روشنیٔ ایمان سے مالا مال ہو جاؤ گے ـــــ

پھر حضرات صحابہ علیہم الرضوان کی تعریف ہے کہ انہوں نے

اپنا سب کچھ، جان اور مال، راہِ خدا میں لُٹا دیا ـــــ اور بندوں پر واضح کیا کہ خدا کی دی ہوئی دولت میں سے اس کی راہ میں جو خرچ کرو گے وہ ایک طرح کا قرض ہوگا، اور اس کا صلہ ڈھیروں اجر کی شکل میں تمہیں ملے گا۔ اس طرح کہ صبح قیامت میں جبکہ نفسی نفسی کا اندوہناک ماحول ہوگا، تم اپنے "نور ایمان" کے جلو میں خطرہ کی ہر گھاٹی عبور کر جاؤ گے لیکن "اہل نفاق" عذاب کا شکار ہو جائیں گے۔ اہل نفاق اہل ایمان سے درخواست کریں گے کہ ذرا ہمیں بھی اپنے ہمراہ لے جاؤ اور دنیا میں اپنی رفاقت کا ذکر کریں گے اور واسطہ دیں گے لیکن اہل ایمان کہیں گے ـــــ تم دنیوی زندگی میں ہمارے ساتھ تو رہتے تھے لیکن تم نے اپنے کو فتنہ میں ڈالا راہ دیکھنا اور شک کرنا تمہارا شیوہ تھا، جھوٹی آرزوؤں اور تمناؤں نے تمہیں الجھا رکھا تھا اور خدائے بزرگ و برتر کے مقابلہ میں شیطان کی فریب کاریاں تمہیں اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھیں ـــــ ارشاد ہوگا :-

"پس آج نہ تم سے کوئی تاوان لیا جائے گا اور نہ اُن سے جنہوں نے انکار کیا تھا (یعنی نہ منافقوں سے نہ کافروں سے) تمہارا سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وہی تمہارا رفیق ہے اور بہت ہی بری جگہ ہے۔" آیت ۱۵

پھر اہل ایمان کو دورِ ماضی کے عاقبت نا اندیش لوگوں کے بُرے انجام سے ڈرایا گیا اور واضح طور پر بتلایا گیا کہ موت کے بعد کی زندگی یقینی اور لابدی ہے اس سے مفر نہیں ـــــ اس زندگی کی مصیبتوں سے چھٹکارے کی شکل راہ خدا میں مال لٹانا اور خرچ کرنا ہے۔ نیز اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے ـــــ جو ایسے ہیں وہی حقیقی معنوں میں سچے ہیں۔ اور خدا کے دین کے دنیا پہ گواہ بھی یہی لوگ ہیں۔ ان کے لئے اجر و روشنی ہے اور ان کے برعکس اہل کفر و تکذیب کے لئے جہنم ـــــ اس کے بعد وہ آیت ہے جس کا ترجمہ ابتدا میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ـــــ جس میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر ہے، اس کے فنا کا تذکرہ ہے اور اس طرف توجہ ہے کہ وہ دل لگانے کے قابل نہیں ـــــ اس میں دل لگانے کا نتیجہ دنیا کا خسران اور آخرت کی بربادی ہے بلکہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے حلال ذرائع دولت و ثروت سے نوازا ہے تو اسے چاہیئے کہ اس کو اپنے پاس سے ہٹائے اور ہٹانے کا طریقہ "انفاق فی سبیل اللہ" ہے انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجہ میں دنیا میں دل نہیں اٹکتا، خدا سے بندہ غافل نہیں ہوتا اور آخرت کی ذلت و رسوائی سے بچ جاتا ہے ـــــ جس دنیا کے چکر میں پڑ کر ہم سب کچھ گنوا دیتے ہیں اس کا حال تو یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر کیا۔ اور بھی قرآن میں متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں اسی قسم کے مضامین کا ذکر ہے۔ یہاں دنیا کو کھیل کہا گیا تماشہ کہا گیا اور زیبائش فرمایا گیا۔ اور اہل شعور جانتے ہیں کہ ان تینوں چیزوں کی حقیقت کیا ہے؟ کھیل تماشہ اور زیبائش چکروں میں پڑ کر کوئی عقل مند آدمی اپنا وقت، صلاحیتیں اور دولت صرف نہیں کرتا، جو ایسا کرتا ہے اسے دنیا نفرت کی نگاہوں سے دیکھتی اور بُرا بھلا کہتی ہے۔ اور جو "حیات دنیا" سراپا کھیل، تماشہ اور زیبائش ہے اسے اپنے آپ پر مسلط کر لینا کون سی عقل مندی ہے؟

پھر فرمایا کہ یہ دنیا "باہمی تفاخر" کا ذریعہ ہے، لوگ فنا ہو جانے والی چیزیں برتنے پر ایک دوسرے پر فخر کرتے اور اسے بڑائی کا ذریعہ بناتے ہیں اور "تاریخی حقائق" اور تجربہ یہ ہے کہ "باہمی تفاخر" آگے چل کر باہمی رقابت، حسد، دشمنی، اور بغض کا باعث بن جاتا ہے اور پھر اس وجہ سے نہ انسانی حرمت محفوظ رہتی ہے نہ جان۔ اس لئے کون عقل مند ہوگا جو اس سے دل لگائے گا۔

اگلی بات فرمائی کہ تمہاری محبوب اور چہیتی دنیا "تکاثر" کا ذریعہ ہے یعنی ہر انسان اس چکر میں رہتا ہے کہ زیادہ ہو اور زیادہ ہو۔ مگر یہ مکروہ جذبہ اتنا بڑھتا ہے کہ آدمی اس معاملہ میں اپنے سے آگے کسی کو دیکھ نہیں سکتا —— حالانکہ سرکارِ دوعالم علیہ السلام کی تعلیم یہ ہے کہ اس معاملہ میں اپنے سے کم درجہ لوگوں کو دیکھو نہ کہ اوپر والوں کو۔ رہ گئی یہ بات کہ ایک منٹ کے لئے اگر تمہارے پاس سب دنیا سے زیادہ مال آجائے تو پھر تمہیں سیرچشمی نصیب ہو جائے گی؟ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں —— نہیں اور بالکل نہیں۔ ھل من مزید کی صدا پھر بلند ہو گی۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا، کہ آدم کا بیٹا بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کی دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں مال کی حرص اور عمر کی حرص —— اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ابن آدم کے پاس دو وادیوں کی مقدار مال آجائے تو وہ تیسری کی تمنا کرے گا۔ اور فرمایا انسانی پیٹ مٹی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھرتا —— ہاں جو سعادتمند توبہ کریں خدا ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اب آپ بتلائیں ایسی چیز جس کی وجہ سے حرص بڑھتی چلی جائے جو باہمی رقابت کا ذریعہ بن جائے جس سے اطمینانِ قلب اور سیرچشمی میسر نہ ہو اس کا فائدہ؟

اور پھر قرآن کہتا ہے کسان کو دیکھو کھیتی کی سرسبزی پر خوش ہوتا ہے لیکن وہ سبزی جلد ہی خشک و زرد ہو کر چورہ چورہ ہو جاتی ہے —— اصل چیز یاد رکھو آخرت ہے جس میں عذاب کا امکان ہے تو مغفرت و رضا کا بھی —— اب تمہارا کام ہے کہ تم اس دنیا میں رہ کر اپنے آپ کو کس چیز کا مستحق بناتے ہو اس لئے کہ اس کا مدار تم پر ہے —— اگر سرکار دوعالم علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق تم دنیا میں اس طرح رہے جیسے مسافر و رہگذر ہوتے ہیں (بخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تو پھر انشاءاللہ تعالیٰ "مغفرت و رضا الٰہی" تمہارا استقبال کرے گی ورنہ یہاں کے کھیل تماشوں سے محبت و وابستگی صبح قیامت میں تمہیں کھیل بنا دے گی —— عارف نے سچ کہا:

"تماشہ خود نہ بن جانا تماشہ دیکھنے والو!

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو حق و صواب کی راہ پر چلائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

قرآن پڑھو، سمجھو اور اس پر عمل کرو

قرآنِ حکیم اور اس کے اسبابِ اعجاز

تحریر: ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری • ترجمہ: سید رئیس احمد جعفری (مرحوم)

قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریمؐ کو عطا فرمایا۔ اعجاز قرآن کے بارے میں کثیر و طویل بحثیں کی جا سکتی ہیں، اس کے وجوہ بھی مختلف ہیں اور فنون بھی۔

قرآن ایک ایسا کلام ہے کہ اس کا مثل عربوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سُنا تھا۔ وہ اپنی ظاہری صورت میں شعر نہیں ہے کیونکہ اوزان و قوافی اس میں موجود نہیں ہیں۔ نہ وہ ان اشعار سے متشابہ اور مشترک ہے، جن سے عرب مالوف اور مانوس تھے اور جن کے موضوعات و معانی سے وہ آشنا تھے۔

قرآن میں نہ ان ٹیلوں کا نہ ان جھاڑیوں کا ذکر تھا جو عرب شاعروں کے لئے تکیۂ کلام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نہ اونٹ، صحرا، باغ، نخلستان، اشجار، حیوان، صید اور ان چیزوں کا ذکر تھا جن کے نام اور جن کے متعلق تشبیہات و استعارات سے کلام عرب بھرا پڑا ہے۔

قرآن غزل بھی نہیں تھا، نہ اس میں فخر و تعلی کا ذکر تھا، نہ مدح و ہجو تھا، نہ نوحہ و ماتم کا نہ اس میں مرثیہ کا رنگ تھا نہ وارداتِ دل کا۔

عرب شعراء کی طرح قرآن نے جنگ کو بھی اپنا موضوع نہیں بنایا ہے۔ نہ اس میں ہجوم اور اقدام کی تصویر کشی ہے نہ پسپائی اور فرار کا مرقع ہے۔

شعر عبارت ہوتا ہے مبالغے اور تعلّی سے، لیکن قرآن میں نہ مبالغہ ہے نہ غلو، وہ سچائی اور حقائق سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کرتا۔

قرآن لوگوں کے سامنے وہ باتیں پیش کرتا ہے جن سے وہ یکسر ناآشنا تھے، آج تک کسی نے بھی ان کے سامنے یہ باتیں پیش نہیں کی تھیں۔

یہ قرآن باتیں کرتا ہے توحید کی۔ ایک خدا کی بڑائی بیان کرتا ہے اور اس کی طرف دعوت دیتا ہے۔

یہ شرک کی باتیں کرتا ہے، شرک کی مذمت کرتا ہے اس سے روکتا ہے، اس کی برائیاں اور خرابیاں بیان کرتا ہے۔

یہ اللہ کا ذکر کرتا ہے، اس کی عظمت کے گیت گاتا ہے۔ اس کی بے حد و نہایت قدرت کا تذکرہ کرتا ہے، اس کے علم بے غایت کو بتاتا ہے، اس کے ارادے کی کارفرمائی بیان کرتا ہے جسے کوئی پلٹ نہیں سکتا۔ اس کے کمالِ تخلیق یعنی خلق سماوات و ارض اور اس کے مابین جو کچھ ہے اس کا ذکر کرتا ہے چھوٹی چھوٹی چیزوں کا بھی اور بڑی چیزوں کا بھی۔

یہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاوا دیتا ہے اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اُن باتوں سے کنارہ کش رہنے کی ترغیب دیتا ہے جن سے آلودہ ہونا شرفاء کا شیوہ نہیں ہے۔

یہ اس نعیم مقیم کے اوصاف بیان کرتا ہے جو اللہ نے صرف ایمان والوں کے لئے تیار کیا ہے اور اس عذاب الیم کا ذکر کرتا ہے جو خدا نے ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو شرک کے مرتکب ہوتے ہیں، جو اس کا ساتھی اور ساجھی ٹھہراتے ہیں، جو اس کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ جو اس کے ارشادات کو فراموش کر دیتے ہیں۔

وہ قیامت کی داستان پیش کرتا ہے۔ قیامت کا دن جس کی دہشت کا یہ عالم ہوگا کہ حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، لوگوں پر ایک مدہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی، حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے۔

وہ لوگوں کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ پاکی اور پاکیزگی اختیار کریں۔

وہ لوگوں کے سامنے غیب کی باتیں بیان کرتا ہے جس سے مومنین کے قلوب میں ثبات اور کافروں کے دلوں میں دھڑکا پیدا ہوتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء آئے تھے وہ ان کی خبریں دیتا ہے، ان کا ماجرا سُناتا ہے، اُن کے حالات بیان کرتا ہے۔ جو اپنی قوم کے پاس آیات بینات لے کر آئے تھے اور قوم نے ان سے اعراض کیا تھا، اور بہت کم لوگ ایمان لائے تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے منہ پھیر لیا تھا عذاب کے مورد بنے اور دنیا و آخرت میں رُسوا ہوئے اور وہ لوگ جو ایمان لائے تھے نجات سے بہرہ ور ہوئے اور دنیا و آخرت میں سربلند ہوئے۔

⁂

یہ ساری باتیں بلکہ ان سے بھی بہت زیادہ قرآن اس شخص کی زبان سے کہلا رہا تھا کہ جو قریش کا ایک اَن پڑھ شخص تھا جو بالکل لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا جو علم حساب سے یکسر ناواقف تھا، جو کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی نہ احبار یہود کے پاس بیٹھا نہ اس نے رہبانِ نصاریٰ کی صحبت اختیار کی نہ اس نے اصحاب مجوس سے سروکار رکھا۔ یہ دوسرے اکثر عرب باشندوں کی طرح اُمّی محض تھا اسے دنیا کی باتیں محض اتنی ہی معلوم تھیں جتنی ایک معمولی عرب کو معلوم تھیں۔

لیکن اس کے باوجود یہ شخص توراۃ کے معاملے میں یہود سے مجادلہ کرتا تھا اور انجیل کے بارے میں نصاریٰ سے درپے جدال رہتا تھا۔ اور فاش و بر ملا کہتا تھا کہ یہ لوگ موسیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں، عیسیٰ کے بارے میں غلط باتیں کہتے ہیں، اور ان کے پاس جو تورات و انجیل ہے اس میں انہوں نے تحریف کر ڈالی ہے۔

یہ باتیں وہ شخص کہتا تھا جو نہ تورات پڑھ سکتا تھا نہ انجیل۔ اس نے نہ توراۃ کو منسوخ کیا نہ انجیل کو۔ دونوں کی سچائیوں کی تصدیق کی اور علم و دین کی وہ باتیں بڑھا دیں جو اللہ نے بتائی تھیں۔

یہ شخص مشرکین سے ان کے خودساختہ خداؤں کے بارے میں بحث کرتا تھا جن کی یہ پرستش کرتے تھے۔ جنہیں انہوں نے خدا کا ساجھی ٹھہرا لیا تھا۔ جنہیں یہ خدا کے حضور اپنا شفیع گردانتے تھے۔ حالانکہ ان کی حالت یہ تھی کہ اگر انہیں پکارا جائے تو جواب نہیں دے سکتے۔ ان سے بات کی جائے تو سُن نہیں سکتے۔ ان کے ساتھ بُرائی کی جائے تو کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں ان لوگوں نے خود گھڑ لیا ہے۔ یا ان سے پہلے کے لوگوں نے بنا لیا ہے۔ ان بتوں کے پاس نہ قوت ہے نہ دبدبہ نہ شوکت۔

⁂

اور اس شخص نے ان لوگوں کے سامنے ایک مکمل اور جامع نظامِ شریعت پیش کیا جو دنیا میں نفع پہنچانے والا اور آخرت میں عذاب سے بچانے والا تھا۔ بشرطیکہ یہ اسے اختیار کر لیتے اور اپنے اوپر نافذ کر لیتے۔ اس نے ان لوگوں کے لئے نکاح و طلاق، میراث و وصیت، بیع و شراء وغیرہ امور مشروح کئے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی پر یکساں حاوی تھے۔

اس نے ان پر انواع عبادات فرض کیے، جن سے ان کے نفوس کی تطہیر اور قلوب کا تزکیہ ہوتا تھا اور ضمائر میں اللہ کی محبت، خوف، اخلاص اور تعلق کا نہ ٹوٹنے والا رشتہ قائم ہو جاتا تھا۔

اس نے ان لوگوں کو بتایا کہ اللہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، وہ سب کچھ سُنتا ہے، سب کچھ دیکھتا ہے، سب کچھ جانتا ہے۔ وہ جب مجتمع ہوتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ جب تخلیے میں جاتے ہیں تب بھی ساتھ رہتا ہے، قلب انسانی کا ہر جذبہ، ہر چبھن، ضمیر کے اندر ہلچل مچانے والی ہر کیفیت خواہ وہ خیر کی ہو یا شر کی، اس کے علم میں ہے۔ بلکہ وہ اس سے بھی کہیں زیادہ جانتا ہے۔ ہر وہ جو ہو چکی ہے، جو ہونے والی ہے، جو عنقریب ہوگی۔

وہ اپنے بندوں کے تمام اعمال سے واقف ہے ان کیفیتوں سے بھی جو صرف دل کے نہاں خانوں میں موجود ہیں، خواہ وہ اچھی ہوں یا بُری، فجور سے تعلق رکھتی ہوں یا نیکی سے، طاعت کے ذیل میں آتی ہوں یا معصیت کے، اور یہ ساری باتیں وہ اپنی کتاب میں لکھ لیتا ہے، یومِ حساب

کو ہر شخص کے سامنے اس کا نامۂ اعمال ہوگا اور اسی کے مطابق سب کو جزا ملے گی اچھے عمل والوں کو ویسی ہی۔

⁂

یہ ساری باتیں ہم قرآن میں پاتے ہیں، جو اس شخص پر اُترا تھا جو اُمّی تھا۔ اور چالیس برس زندگی کے گذارنے کے بعد دفعتًا جس کی زبان پر یہ بول آ گئے تھے۔

پھر اس میں تعجب کیا ہے کہ قریش اس کی یہ باتیں سُن کر سکتے میں آ گئے۔ صرف قریش نہیں سارے عرب!

ان لوگوں نے کہا یہ شاعر ہے، لیکن بہت جلد محسوس کر لیا کہ یہ شعر خوانی تو نہیں کرتا۔ کہنے لگے یہ کاہن ہے، لیکن بہت جلد ان پر واضح ہو گیا کہ یہ کاہنوں کی طرح شعبدہ باز نہیں۔

کہہ اُٹھے یہ جادوگر ہے لیکن بہت جلد ان پر حقیقت منکشف ہو گئی کہ اس میں جادو کی تو کوئی بات نہیں۔ یہ تو انہی جیسا شخص تھا جو اپنی ذات کے نفع و ضرر پر کوئی قدرت نہیں رکھتا، زمین پر اسی طرح چلتا ہے جس طرح دوسرے لوگ چلتے ہیں۔ اپنی روزی اسی طرح کماتا ہے جس طرح دوسرے لوگ کماتے ہیں، یہ کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ میں علمِ غیب نہیں جانتا، بجز اس کے جو خُدا خود بتا دے۔

آخر لاجواب ہو کر اپنے دل کو تسکین اور تسلی دینے کے لئے کہہ اُٹھے کہ یہ دیوانہ ہے۔ لیکن خود سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اس میں جنون اور دیوانگی کی کوئی بات نہیں انہوں نے اس سے باتیں کیں، اس کی باتیں سُنیں۔ شب و روز اس کی نگرانی کی، لیکن اس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں پائی کہ ہم اپنے خیال پر قائم رہ سکتے کہ یہ دیوانہ ہے، سوا اس کلام کے جس کی یہ تلاوت کرتا ہے، اور جسے سُن کر یہ تلملا کر پیچ و تاب کھا کر رہ جاتے تھے۔

ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو اس کی باتیں سُن کر اور یہ آن دیکھ کر سہم جاتے تھے اور بہت سے ایسے تھے جو دشمنِ جاں بن گئے، ان کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ پوری قوت سے اس کے خلاف صف آرا ہو جائیں اور عناد و مخاصمت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں اور اسے کہیں کا نہ رکھیں۔

لیکن یہ ان تدبیروں اور فکروں میں غرق اور منہمک تھے اور یہ شخص اپنے کام میں لگا تھا، اس پر بدستور قرآن نازل ہو رہا تھا، اور لوگوں کے سامنے اس کی تلاوت کرتا ہے۔

یہ شخص جو باتیں کر رہا تھا جو قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، جو اُمّی ہونے کے باوجود یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے بدلائل واضح و براہین قاطعہ جدال کر رہا تھا، ان لوگوں کے لئے دردِ سر بن گیا تھا۔

انہوں نے چاہا کہ نرمی کے برتاؤ سے رام کر لیں مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ تشدد اور قوت کے بل بوتے پر دبانا چاہا مگر ناکام رہے، اور خاص بات یہ تھی کہ یہ شخص ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کر کے چیلنج کرتا تھا کہ اگر ہو سکے تو قرآن کا مثل پیش کر دکھائیں، اس چیلنج کو قبول کرنا ان کے بس سے باہر تھا۔ سعئ بسیار کے باوجود وہ قرآن کا مثل پیش کرنے سے قاصر رہے۔ البتہ عناد اور مخاصمت پر اور زیادہ پختہ ہو گئے اور اس سے بڑے بڑے معجزات و آیات کا مطالبہ کرنے لگے۔

- ہم فقر و فاقہ میں اور فلاکت میں مبتلا ہیں۔ اپنی نبوّت کے زور سے ایک ہرا بھرا باغ فوراً تیار کر دیجئے۔ جس میں کھجور کے درخت ہوں، انگور ہوں، نہریں جاری ہوں چشمے بہہ رہے ہوں، پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔
- اللہ اور ملائکہ کا ہمیں دیدار کرا دیجئے ہم آپ کو نبی مان لیں گے۔
- ہمارے اوپر یہ شفقِ نیلی رواق گرا دیں تاکہ ہم سمجھیں کہ آپ سچے ہیں۔
- آسمان پر چڑھ جائیے اور وہاں سے کتاب الٰہی لے کر اس کی تلاوت کرتے ہوئے آئیے۔
- اپنے لئے چشم زدن میں ایک فلک مرتبت ایوان تعمیر کر کے دکھا دیجئے۔
- ہمارے اوپر آسمان سے سیم و زر کی بارش کرائیے۔

لیکن ان مطالبات کے ضمن میں اس شخص کے منہ سے صرف ایک ہی بات نکلتی تھی۔

”میں ان باتوں میں سے کسی پر قادر نہیں ہوں۔ میں تو تمہاری ہی طرح کا ایک آدمی ہوں۔ مجھے جو امتیاز حاصل ہے وہ یہ کہ اللہ نے اپنی رسالت کے لئے مجھے چُن لیا ہے اور لوگوں کے پاس بشیر و نذیر

بنا کر بھیجا ہے :۔

٭ ٭ ٭

یہ تھے قرآن کے وجوہ اعجاز عربوں نے اس کا مثل پیش کرنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے ۔ اور جب معاصر عرب ایک چھوٹی سی آیت بھی اس جیسی نہ پیش کر سکے تو اس کے بعد آنے والے تو اور زیادہ عاجز اور درماندہ ثابت ہوئے اور ان کے علاوہ دوسری قومیں تو بالکل اور سراسر ناکام رہیں۔

قرآن کے وجوہِ اعجاز میں اور ایک چیز جس کی مثل پیش کرنے سے لوگ نبیؐ کی زندگی میں بھی اور آپؐ کی وفات کے بعد بھی قاصر رہے وہ ہے ادائے معانی میں اس کا نظم و اسلوب، یہ نہ شعر نہ نثر۔ یہ ایک خاص اسلوب کا حامل ہے نہ جس کی کوئی مثال ہے نہ جس کا کوئی نمونہ ہے۔

شعر اس لئے نہیں کہ اوزان و قوافی سے منقید نہیں۔ نثر اس لئے نہیں کہ نثر ایسی ہوتی ہی نہیں کہ وہ آیات پر مشتمل ہے جس کا اتصال و انفصال ہیں، طول و قصر ہیں، ائتلاف و اختلاف میں ایک خاص مزاج ہے ۔ اس کی سورتیں پڑھتے وقت مختلف کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔ کہیں رقت کی، کہیں عزم و استقامت کی، کہیں اللہ سے ڈرنے کی غرض جہاں جن معنیٰ کا تاثر قاری یا سامع پر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہی کیفیت پیدا ہوتی ہے ۔

غرض کوئی سورت بھی تلاوت کیجئے قرآن کا جمالِ لفظ، خروشِ اسلوب، ضبط و نظام آپ کو مبہوت و مسحور کر دے گا، اور آپ پر پوری طرح حاوی ہو جائے گا۔

قرآن کی ایک اور عجیب و غریب ترین خصوصیت یہ ہے کہ جو اسے پڑھتے سنتے ہیں انہیں بارہا ضمیر کی خلش سے دوچار ہونا پڑتا ہے، بلکہ اس سے لڑنا بھی پڑتا ہے، قرآن جو کچھ کہتا ہے عقل اسے باور کرتی ہے، دل اسے مانتا ہے لیکن نفس ماننے سے ابا کرتا ہے اور انکار کرتا ہے، ان کے دل اور زبان میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، دل اس کی طرف جھکتے ہیں، زبان انکار کرتی ہے، اور چہرے اعراض کرتے ہیں۔

اسباب اعجازِ قران میں سے ایک اور بہت بڑا اور اہم سبب یہ ہے کہ لوگوں کے عقول و قلوب پر اس کا اثر کامل یک رنگی کے ساتھ صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ صدیاں بیت گئیں، نسلیں گذر گئیں مگر اس کی سحر کاری جوں کی توں ہے۔

٭ ٭ ٭

قرآن کا ایک بہت بڑا معجزہ یہ ہے کہ اس نے تاریخ بدل دی۔ اس نے ایک جاہل، درندہ خو، ناخواندہ، اُجڈ اور غیر مہذب قوم کو جو ہمیشہ آپس میں لڑتی رہتی تھی، ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتی رہتی تھی، اُمّتِ واحدہ بنا دیا، اسے خلقِ جدید سے آشنا کر دیا۔ اس میں نظم و ضبط، عدل و امن اور مساوات کا جذبہ پیدا کر دیا، اسے مائل بہ ترقی کر دیا۔ اور اس نے دوسری قوموں اور اُمتوں میں اپنے یہ خصالِ عالیہ پیدا کر کے انہیں خیر، نیکی اور تہذیب اور عروج و فروغ کے راستے پر ڈال دیا۔ بحث بڑی طویل ہے لیکن اتنی واضح ہے کہ ہر شخص اس سے کسی نہ کسی حد تک باخبر ہے۔

ان تمام تبدیلیوں، ترقیوں اور کامرانیوں کا مصدرِ واحد قرآن اور صرف قرآن ہے۔ اگر قرآن نہ ہوتا تو اُمتِ عربیہ جہل و ضلالت کے دلدل میں پھنسی رہتی اور دوسری قومیں اس کے حصے بخرے کر کے اسے پامال کر رہی ہوتیں وہ قرآن ہی تھا جس نے اس قوم کو قوت و شوکت کی نعمت فراواں سے مالا مال کر دیا۔

٭ ٭ ٭

قرآن رفتہ رفتہ اُترا، وہ ایک ہی مرتبہ میں بذریعہ وحی نازل نہیں ہو گیا، وہ اوقاتِ متفرقہ میں اُترا، کبھی جلد جلد کبھی تاخیر کے ساتھ۔

مشرکین قریش سوال کرتے تھے، " یہ سارا قرآن ایک ساتھ ہی کیوں نازل نہیں ہو گیا؟"

لیکن اگر یہ پورا قرآن ایک ساتھ نازل ہو جاتا تو وہ اس کا تحمل نہ کر سکتے تھے۔ اس مصلحت کے پیشِ نظر اللہ تعالٰے نے تھوڑا تھوڑا کر کے اسے نازل کیا تاکہ آسانی کے ساتھ اس کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ممکن ہو جائے۔

یہ بھی نہیں تھا کہ آیت جس وقت نازل ہوئی اسی وقت لکھ لی گئی ہو، جمع قرآن کا کام حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں ہوُا اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں دیار و امصار میں بھیجا گیا۔

جسے مسلمانوں نے اپنے کانوں سے سُنا اور مصاحف میں پڑھا جو آج ہمارے

ہاتھ میں ہے قطعًا اور متواتر ہے، جس کے بارے میں مسلمانوں میں ذرا سا اختلاف بھی نہیں اور جس کی صحت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

قرآن کی ترتیب (جیسا کہ وہ ہمارے سامنے ہے) سورتوں کے اعتبار سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی۔ مصحف میں لمبی سورتوں پر اور متوسط سورتوں کو مختصر سورتوں پر مقدم رکھا گیا۔ اس ترتیب میں نزول سورہ و آیات کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ نہ مکی اور مدنی کا، نہ تاریخ نزول آیات کا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، آیتیں سورتوں میں شامل کر دی گئیں۔

چنانچہ ہم سورۂ بقرہ، آل عمران اور نساء اور مائدہ کو آغاز مصحف میں سورہ فاتحہ کے بعد پاتے ہیں، حالانکہ یہ مدنی سورت ہے، اسی طرح انفال اور توبہ دونوں مدنی سورتیں ہیں، مکی سورتوں کے مابین ہیں ۔ مدنی سورتوں میں ہمیں مکی آیتیں نظر آتی ہیں۔ اور مکی سورتوں میں مدنی آیتیں نظر آتی ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن کی ترتیب حسب مقام نزول زمانہ نہیں ہے، قرآن ایک ہے جو سب کا سب اللہ کی طرف سے آیا، اور اس پورے قرآن کی تلاوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے سامنے کی۔

٭ ٭ ٭

مسلمانوں نے اپنے اکثر علوم قران ہی سے منضبط کئے ہیں۔

- شریعت دین تمام تر قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔
- مکے اور مدینے کے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا بڑا حصہ قرآن میں موجود ہے۔
- تفسیر الفاظ اور توضیح معانی کا علم مستقل جو تفسیر کہلایا قرآن ہی سے حاصل ہوُا ہے۔
- لہجات قرأت جو قرأت مختلفہ میں نمودار ہوتے ہیں قرآن ہی سے لئے گئے ہیں۔
- ان قرأتوں کی نحوی توجیہہ کا دار و مدار بھی قرآن ہی پر ہے۔
- علم تلاوت قرآن جو مشتمل ہے مدّ، قصر، غنّہ اور حسب قرأت مختلفہ اخراجِ حروف پر قرآن ہی کا ہے۔
- لغتِ عرب کی تدوین و تشکیل بھی قرآن ہی کی رہینِ منّت ہے۔
- علم صرف و نحو بھی معجمات و لغات کو سمجھنے کے لئے جن اصولوں پر قائم ہیں وہ بھی قرآن کے ہیں۔
- زوعت بیان کے لئے قرآن ہی کی مثال سے کام لیا جاتا ہے۔
- علومِ بلاغت اور خاص طور پر معانی، بیان اور دوسرے کثیر علومِ منضبط جن پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں قرآن ہی پر قائم ہیں۔
- علم کلام کے فلسفے پر اعتماد ہوتا ہے، خاص طور پر فلسفۂ طبیعی پر، لیکن الواب نظریات اور اقسام سمعیات میں اس کا مدار قرآن ہی پر ہے۔
- اور متکلمین میں جو لوگ تاویل اور انحراف سے اجتناب کرتے ہیں وہ تفصیل عقائدِ اسلامیہ میں تمام تر قرآن اور سنت پر اعتماد کرتے ہیں اور فلسفہ سے ایک چاکر کی طرح خدمت لیتے ہیں جس سے وہ نصوص کی مدافعت کرتے ہیں اور مؤولین و متکلفین سے جدال کرتے ہیں، اور جو صرف فلسفے کو سہارا بنا کر نبرد آزما ہوتے ہیں، ان سے برسرِ پیکار رہتے ہیں، وہ ہر حالت میں نصوص کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

قرآن کی طرف زیادہ توجہ نے مسلمانوں کے مابین بعض خصومات بھی پیدا کر دئے۔ مثلاً معتزلہ نے کہنا شروع کر دیا کہ قرآن مخلوق ہے۔ بعض خلفاء بنو عباس نے اس باب میں ان کی پشت پناہی کی، جس کے باعث ملک میں شر و فساد کی کیفیت پیدا ہو گئی اور خیار علماء کو امتحانوں اور آزمائشوں کے لرزخیز اور روح فرسا دور سے گذرنا پڑا۔

مختلف زبانوں کے روائع بیان اور آیاتِ ادب کے سلسلے میں انسانیت نے بہت کچھ دیا ہے۔ قدیم سے ایسا ہی ہوتا چلا آ رہا ہے۔ لیکن قرآن کے سلسلے میں مسلمانوں نے جس توجہ اور انہماک کا اظہار کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے قرآن کے روائع بیان کو پڑھا، یاد رکھا، اس پر بحث کی اور اسے مدار فکر و نظر بنا لیا۔

٭ ٭ ٭

قرآن کے ساتھ مسلمانوں کی جو توجہ رہی ہے، اس کا کوئی نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کثرتِ تعداد، اختلاف اجناس اور تواتر نسل و اجیال کے باوجود کوئی مسلمان کسی دور میں ایسا نہیں ملے گا جس نے قرآن کا کم یا زیادہ حصہ حفظ نہ کیا ہو اسلئے

(باقی ۲۲ پر)

ڈاکٹر محمد ایوب قادری

حضرت حسن رضی اللہ عنہ

نام نامی حسنؓ، کنیت ابو محمد، خطاب ریحانۃ النبی، لقب شبیہ رسولؐ تھا۔ والد ماجد حضرت علیؓ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم تھے والدۂ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔

حضرت حسنؓ رمضان ۳ ہجری (۶۲۵ء) میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسنؓ کی ولادت باسعادت کی خبر ہوئی تو آپؐ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میرے بچے کو دکھاؤ کیا نام رکھا ہے۔ عرض کیا گیا حرب، حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرب نام بدل کر حسن رکھدیا[1]۔ ساتویں روز عقیقہ ہوا اور بالوں کے برابر چاندی وزن کرکے صدقہ کی گئی[2]۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ شکل وشباہت میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

لم یکن احد اشبہ النبی صلعم من الحسن بن علیؓ[3]

حسن بن علیؓ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شخص مشابہ نہ تھا۔

دوسری جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ان اخوین السعید بن حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرماتے ہیں۔

کان اشبھھم برسول اللہ صلعم[4]

یہ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔

ایک موقعہ پر خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسنؓ کو گود میں اٹھا کر فرمایا۔

بابی شبیہ بالنبی لیس شبیہ بعلی[5]

میرا باپ قربان نبیؐ کے مشابہ ہو علیؓ کے مشابہ نہیں ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اس وقت موجود تھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فقرہ سن کر ہنس پڑے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد آپ کی حیات مبارک ہی میں انتقال فرماگئی تھیں۔ اس لئے آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد خصوصاً حضرت حسنؓ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے:

عانق النبی صلعم الحسن[6]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ کو گلے سے لگایا۔

حضرت براءؓ سے روایت ہے۔

رایت النبی صلعم والحسن بن علیؓ علی عاتقہ یقول اللھم انی احبہ فاحبہ[7]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حسن بن علیؓ کاندھے پر تھے آپ فرما رہے تھے خداوندا میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ۔

تقریباً آٹھ برس حضرت حسنؓ نے اپنے نانا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن محبت میں پرورش پائی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسنؓ سے بہت محبت فرماتے تھے خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت حسنؓ کا وظیفہ صحابہ کرام کے برابر پانچ ہزار ماہانہ مقرر فرمایا حالانکہ وہ اس زمرہ میں نہ آتے تھے خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسن پر بہت شفقت فرماتے تھے خلیفہ سوم کے زمانہ میں ان کا عہد شباب تھا۔

[1] ایک روایت میں ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں نام اہل جنت کے ہیں زمانۂ جاہلیت میں یہ نام کسی شخص نے نہیں رکھے۔ [2] تاریخ الخلفاء از سیوطی [3] [4] [5] بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین [6] [7] بخاری کتاب المناقب الحسن والحسین

اور عہد عثمانی ہی میں ان کی عملی زندگی کا آغاز ہوا طبرستان کی فوج کشی میں جو سعید بن العاص کی ماتحتی میں ہوئی تھی اس میں حضرت حسنؓ شریک ہوئے اور اس کے علاوہ جب حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف سبائیوں نے فتنہ برپا کیا اور باغیوں نے خلیفہ سومؓ کے مکان کو گھیر لیا تو حفاظت کے لئے دوسرے حضرات کے ساتھ حضرت حسنؓ بھی متقرر ہوئے[1] وہاں حضرت حسنؓ نے نہایت شجاعت وبہادری سے حملہ آوروں کی مدافعت کی باغیوں کو اندر گھسنے سے حتی الوسع روکا مگر باغی چھت پر چڑھ کر اندر داخل ہو گئے اور خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ کو جب اس حادثہ کی خبر ہوئی تو وہ حضرت حسنؓ پر سخت ناراض ہوئے اور ان کے ایک طمانچہ مارا کہ تم نے کیسی حفاظت کی کہ باغی اندر داخل ہو گئے اور حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا۔[2]

جنگ جمل میں حضرت حسنؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشورہ دیا کہ آپ مدینہ واپس چلئے اور کچھ دنوں کے لئے خانہ نشین ہو جائیے۔ مگر حضرت علی کی یہ رائے تھی کہ یہ بات مزید افتراق وانشقاق کا باعث ہوگی۔ چنانچہ چاروناچار حضرت حسنؓ جنگ جمل میں شریک ہوئے۔ کوفہ میں حضرت حسنؓ نے ایک تقریر کی اور لوگوں کو حضرت علیؓ کی حمایت کے لئے تیار کیا۔ جنگ جمل کے بعد ملت اسلامیہ کو جنگ صفین کے قیامت خیز معرکے سے واسطہ پڑا۔ اس جنگ میں بھی حضرت حسنؓ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور التوائے جنگ پر جو عہد نامہ مرتب ہوا اس میں شاہد تھے۔

خلافت کے پانچویں سال ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا چونکہ زخم کاری لگا تھا اور بچنے کی کوئی امید نہ تھی[3] جندب بن عبداللہ نے پوچھا کہ آپ کے بعد ہم حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تم کو نہ اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں تم لوگ اس کو زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہو[4] حضرت علیؓ جانتے تھے کہ خلافت جمہور مسلمانوں کا حق ہے جس کو وہ چاہیں انتخاب کریں اسی لئے خلیفہ کے انتخاب کے مسئلہ کو عام مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس میں وراثت کی ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اہل عراق نے حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ کو خلافت کا جائز وارث تسلیم کرلیا۔[5] سب سے اول قیس بن سعد انصاری نے بیعت کی اس کے بعد تمام اہلِ عراق نے بیعت کی اور رمضان ۴۰ھ (۶۶۱ء) میں خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کے فرزند اکبر حضرت حسنؓ اپنے باپ کی بجائے مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ بیعت کے وقت حضرت حسنؓ لوگوں سے اقرار لیتے جاتے تھے کہ :-

"میرے [illegible] پر عمل کرنا جس سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرنا اور جس سے میں صلح کروں تم بھی اس سے صلح کرنا۔"

ادھر شام میں حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی گئی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لشکر دمشق سے کوفہ کی جانب زیر سرکردگی حضرت عبداللہ بن عامر روانہ کر دیا۔ اور حضرت حسنؓ کے پاس پیغام صلح بھیجا کہ صلح جنگ سے بہتر ہے۔ اور مناسب یہی ہے کہ آپ مجھ کو خلیفہ وقت تسلیم کرکے میرے ہاتھ پر بیعت کرلیں تاکہ ملت ایک مرکز پر جمع رہے۔

حضرت حسنؓ کو جب شامی فوج کی پیشقدمی کی خبر ملی تو انہوں نے قیس بن سعد انصاری کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے آگے بھیج دیا اور خود ان کے عقب میں روانہ ہوگئے۔ عراقی فوج کے مدائن پہنچنے کے بعد کسی نے مشہور

[1] اس شورش اور ہنگامہ کے زمانہ میں حضرت حسنؓ نے اپنے والد حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ آپ کچھ دنوں کے لئے مدینہ سے باہر چلے جائیں کیونکہ اگر آپ کی موجودگی میں حضرت عثمان غنیؓ شہید ہو گئے تو آپ کو مطعون کریں گے (ابن کثیر جلد سوم) [2] تاریخ الخلفاء (از سیوطی) [3] زخمی ہونے کے تین دن بعد ۲۰ رمضان یکشنبہ ۴۰ھ (۶۶۱ء) کو حضرت علیؓ کا انتقال ہوا حضرت حسین وحسن رضی اللہ عنہما نے غسل دیا اور حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور کوفہ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی (انا للہ وانا الیہ راجعون) [4] طبری جلد ششم [5] ہسٹری آف عربس از پروفیسر فلپ۔ ہٹی

کمر دیا کہ قیس بن سعد قتل کر دئے گئے اس خبر کے اڑتے ہی عراقی فوج کی ہمت ٹوٹ گئی اور اس میں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگوں نے حضرت حسنؓ کے خیمہ پر حملہ کر دیا اور کچھ سامان بھی لوٹ کر لے گئے حضرت حسنؓ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو پورے حالات کا جائزہ لیا۔ اور فوج کی جنگ سے پہلوتہی کا اندازہ کر کے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

لوگو! میں کسی مسلمان کی جانب سے اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تم کو اسی نظر سے دیکھتا ہوں جس نظر سے اپنی ذات کو دیکھتا ہوں میں تم لوگوں کے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں امید ہے کہ اسے مسترد نہ کروگے جس اتحاد و یکجہتی کو تم ناپسند کرتے ہو وہ اس اختلاف اور تفرقہ سے افضل و بہتر ہے جسے تم چاہتے ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر لوگ جنگ سے پہلوتہی کر رہے ہیں اور کمزوری دکھا رہے ہیں۔ اس لئے میں تم لوگوں کو تمہاری مرضی کے خلاف مجبور کرنا نہیں چاہتا ہوں [1]

اس تقریر کو سن کر منافقین نے فوراً تمام لشکر میں یہ بات مشہور کر دی کہ حسنؓ امیر معاویہؓ سے صلح کرنی چاہتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ حسنؓ اپنے باپ کی طرح کافر ہو گئے [2] اور انہی میں سے کچھ لوگوں نے ان کا مصلّیٰ اور کپڑے چھین لئے۔ حضرت حسنؓ یہ حوصلہ شکن صورتحال دیکھ کر مدائن کو چل دئے راستہ میں ایک شخص نے ان پر حملہ دیا جس سے ران میں زخم پہنچا وہ مدائن پہنچ گئے اور اس وقت تک وہیں مقیم رہے جب تک زخم اچھا نہ ہو گیا۔ حضرت حسنؓ شفا حاصل کرنے کے بعد پھر حضرت عبداللہ بن عامر کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے حضرت عبداللہ بن عامر نے نہایت ہوشیاری سے کام لیا اور حضرت حسنؓ کی فوج کو مخاطب کر کے کہا:۔

عراقیو! میں خود جنگ کرنی نہیں چاہتا میری حیثیت صرف امیر معاویہؓ کے مقدمۃ الجیش کی ہے اور وہ شامی فوج لے کر خود انبار تک پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے حسنؓ کو میرا اسلام کہدو اور میری جانب سے یہ پیام پہنچا دو کہ ان کو اپنی ذات اور اپنی جماعت کی قسم جنگ ملتوی کر دیں۔

حضرت عبداللہ بن عامر کی یہ تدبیر کارگر ہو گئی اور تیر نشانہ پر بیٹھا حضرت حسنؓ کے ہمراہیوں نے جب پیغام صلح سنا تو جنگ کرنی مناسب نہ سمجھی اور پیچھے ہٹتے گئے۔ حضرت حسنؓ یہ حالت دیکھ کر مدائن لوٹ آئے۔ حضرت عبداللہ بن عامر نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھایا اور مدائن کو گھیر لیا۔ حضرت حسنؓ پہلے ہی سے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح پر آمادہ تھے اپنے ساتھیوں کی کم ہمتی دیکھ کر جنگ کا ارادہ بالکل ملتوی کر دیا چند شرائط پر حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کریں اور ان شرائط کو حضرت عبداللہ بن عامر کے ذریعہ سے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھجوا دیا۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ کوئی عراقی بغض و کینہ کی وجہ سے نہ پکڑا جائے۔

۲۔ بلا استثناء سب کو امان دی جائے۔

۳۔ عراقیوں کی بدزبانیوں کو انگیز کیا جائے۔

۴۔ اہواز کا کل خراج حسنؓ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

۵۔ حسینؓ کو دو لاکھ سالانہ علیحدہ دیا جائے۔

۶۔ وظائف میں بنی ہاشم کو بنی امیہ پر ترجیح دی جائے [3]

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول شاہ معین الدین ندوی بحوالہ طبری جلد ہفتم [2] معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگانے کی رسم منافقوں اور سبائیوں کی ایجاد کردہ ہے۔ انہی لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ [3] بعض نے اس شرط کا بھی اضافہ کیا ہے کہ "امیر معاویہؓ کے بعد حسنؓ خلیفہ ہوں گے" لیکن یہ محض گھڑی ہوئی بات ہے۔ طبری، یعقوبی، دینوری، مسعودی ابن کثیر وغیرہ کتب میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ آئندہ واقعات سے اسکی تصدیق ہوتی ہے یہ روایت محض حضرت حسنؓ کے زہر خورانی کے واقعہ کو حضرت امیر معاویہؓ کے سر تھوپنے کے لئے تراشی گئی ہے اگر ایسی کوئی شرط ہوتی تو آئندہ کسی موقع پر کسی زبان سے ضرور سنی جاتی، یزید کی ولیعہدی کی مخالفت میں عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے دوسری باتیں تو کہیں مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ شرائط کی رو سے تمہارے (امیر معاویہؓ) بعد حسنؓ خلیفہ تھے لہٰذا اب ان کی اولاد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ ہی حضرت حسینؓ نے کسی موقعہ پر ایسا کہا بہرحال اس شرط کی تاریخی اور عقلی حیثیت سے کوئی اصل نہیں ہے۔ (تاریخ اسلام جلد اول از شاہ معین الدین ندوی)

مصالحت کے تمام مراحل طے ہو جانے کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے یہ تجویز پیش کی حضرت حسنؓ مجمع عام میں دستبرداری کا اعلان کر دیں مگر حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے اصرار کیا تو انہوں نے حضرت حسنؓ سے اس امر کی درخواست کی۔ حضرت حسنؓ نے مجمع عام میں درج ذیل تقریر فرمائی۔

اے لوگو! خدا نے ہمارے اگلوں سے تمہاری ہدایت اور پچھلوں سے تمہاری خونریزی کرائی دانائیوں میں بہترین دانائی نکوکاری ہے اور کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری بداعمالیاں ہیں یہ امر (خلافت) جو ہمارے اور معاویہؓ کے درمیان متنازع فیہ ہے یا وہ اس کے حقدار ہیں یا میں دونوں صورتوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح اور تم لوگوں کی خونریزی سے بچنے کے لئے میں اس (خلافت) سے دستبردار ہوتا ہوں [1]

حضرت حسنؓ اس کے بعد کوفہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور بقیہ عمر جوارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کر دی آپ کی خلافت ۶ ماہ رہی [2] اور حضرت حسنؓ جب تک زندہ رہے ان کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ نے بڑی تعظیم و تکریم کا برتاؤ کیا اور برابر ان کی خدمت میں حسب قرار داد صلح نامہ وظائف و ہدایا بھیجتے رہے۔

حضرت حسن کا یہ ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں مل سکتی حضرتؓ کے اس اقدام صلح سے ملت اسلامیہ کو ایک مصیبت عظیم سے نجات مل گئی اور مسلمانوں کی خونریزی کا جو سلسلہ کئی سال سے چلا آ رہا تھا وہ بند ہو گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت حسنؓ نے منافقوں اور سبائیوں کی شرارتوں اور ریشہ دوانیوں کو یکایک درہم برہم کر دیا اور انہوں نے ان خارا شگاف تلواروں اور آہنگداز نیزوں کا رخ دشمنانِ اسلام کی طرف پھیر دیا جو اس سے پہلے مسلمانوں کی گردنیں اڑانے اور سینے زخمی کرنے میں مصروف تھے اس اقدام صلح سے ملک میں امن و سکون پیدا ہو گیا اور جو قوت آپس کی لڑائیوں میں ختم ہو رہی تھی وہ پھر دشمنوں کے مقابلے میں صرف ہونے لگی۔ بیرونی فتوحات اور اندرونی اصلاح و ترقی کا سلسلہ شروع ہو گیا اسی لئے اس سن کو "عام الجماعۃ" یعنی اتحاد و اتفاق کا سال کہتے ہیں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا۔

سمعت النبی صلعم علی المنبر والحسن الی جنبہ ینظر الی الناس مرۃ والیہ مرۃ ویقول النبی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر سنا حسنؓ آپ کے پہلو میں تھے آپ ایک بار مجمع پر نظر ڈالتے تھے اور ایک بار ان (حسنؓ) پر اور فرماتے تھے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے۔

روایت ہے کہ دستبرداری کے نو سال بعد حضرت حسنؓ کی موت زہر خورانی کے سبب ۵۰ھ (۶۷۱ء) میں مدینہ میں واقع ہوئی۔ زہر نہایت مہلک تھا جب حضرت حسینؓ نے زہر دینے والے کا نام پوچھا تو فرمایا کہ اگر میرا گمان صحیح ہے تو خدا بہتر بدلہ لینے والا ہے اور اگر غلط ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی ناکردہ گناہ پکڑا جائے [2]

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت حسنؓ کو اپنے نانا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی خواہش تھی۔ اس بارے میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اجازت طلب کی گئی تو انہوں نے خوشی کے ساتھ اجازت دے دی مگر مروان نے مزاحمت

---

[1] دست برداریٔ خلافت کی تاریخ میں اختلاف ہے [2] مشہور مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں" عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث نے زہر دیا تھا مگر جب کہ خود حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو تحقیق نہ ہو سکا کہ زہر کس نے دیا اور کیوں دیا تو دوسروں کا حق نہیں ہے کہ وہ سینکڑوں برس کے بعد یقینی طور پر اسے مجرم قرار دیں" (تاریخ اسلام جلد اول ص ۵۵۶، طبع اول)

کی مشہور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضؓ کی وصیت یاد دلائی کہ مزاحمت اور خونریزی کے امکان کی صورت میں مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے۔ سعید بن العاص گورنر مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نعش مبارک ان کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ کے پہلو میں جنت البقیع میں سپرد خاک کر دی گئی۔

حضرت حسن رضؓ نے کثرت سے شادیاں کیں اور اسیطرح طلاقیں دیں حضرت حسن رضؓ اپنی بیویوں کے ساتھ نہایت محبت اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے ان کی دس اولادیں ہوئیں جن میں سے آٹھ صاحبزادے اور دو لڑکیاں تھیں۔[1]

حضرت حسن رضؓ نے تمام عمر نہایت فراغت بلکہ عیش کے ساتھ زندگی بسر کی[2] حضرت حسن رضؓ فضل و کمال کا مجسمہ تھے ان کی مرویات تعداد کل تیرہ ہے جن میں سے زیادہ تر حضرت علی رضؓ سے مروی ہیں فن خطابت میں آپ کو کمال حاصل تھا ان کے خطبات فصاحت و بلاغت کے ساتھ اخلاق و حکمت اور پند و موعظت کا دفتر ہیں۔ حسن رضؓ مکارم اخلاق کا پیکر تھے خصوصًا ایثار و قربانی اور استغناء بے نیازی میں ان کی مثال کم مل سکے گی تمام وقت عبادت الٰہی اور ریاضت میں صرف فرماتے تھے ہر طرح کی سواریاں ہونے کے باوجود پیادہ پا حج کرتے تھے۔ صدقہ و خیرات اور فیاضی و سیر چشمی میں خود اپنی مثال تھے دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آتے تھے نہایت خوش خلق اور صاحب مروت تھے۔ اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کی حاجت پوری فرماتے تھے ضبط و تحمل اور حلم و بردباری کے مجسمے تھے ان کی زبان کبھی تلخ اور فحش کلمہ سے آلودہ نہیں ہوئی۔ حضرت حسن رضؓ کو اصلاح عقائد کا بڑا خیال رہتا تھا اور وہ اس سلسلہ میں کسی رعایت یا مصلحت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔[3]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل بے شمار ہیں روایت ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں بھائیوں کے متعلق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضؓ کو کندھے پر لے کر نکلے ایک شخص نے دیکھ کر کہا:۔ "میاں صاحبزادے کیا اچھی سواری ہے"۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سوار بھی کتنا اچھا ہے"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا یہ عالم تھا کہ عبادت کے موقع پر بھی حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر ضبط نہ کر سکتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما خراماں خراماں آتے ہوئے دکھائی دیئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بھائیوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمایا خدا نے سچ کہا ہے کہ "تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں"۔ ان دونوں بچوں کو آتے ہوئے دیکھ کر میں ضبط نہ کر سکا اور خطبہ کے درمیان ان کو اٹھا لیا۔

حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما نماز پڑھنے کی حالت میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طفلانہ شوخیاں کرتے تھے لیکن نہ آپ انہیں روکتے تھے اور نہ ان کی شوخیوں پر خفا ہوتے تھے

(باقی ۲۲ پر)

[1] حضرت حسن رضؓ کی اولاد کی تعداد میں اختلاف ہے [2] خلیفہ دوم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے زمرہ میں پانچ ہزار مقرر فرمایا اور یہ وظیفہ خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں برابر ملتا رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خود خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبرداری کے بعد اہواز کا پورا اخراج اور دو لاکھ سالانہ وظیفہ ملتا رہا۔

[3] اس زمانے میں ایک جماعت کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی رضؓ نے عام انسانوں کی طرح وفات نہیں پائی اور وہ قیامت سے پہلے ہی زندہ ہو جائیں گے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ خدا کی قسم ایسے لوگ کبھی ساتھی نہیں ہو سکتے اگر ہم یقین ہوتا کہ آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) عنقریب ظاہر ہوں گے تو نہ ان کی بیویوں کا نکاح کرتے اور نہ ترکہ تقسیم کرتے۔ (طبقات ابن سعد)

از، جناب ڈاکٹر معین الدین عقیل - کراچی

ہمارے دانشور

ڈاکٹر محمد ایوبؒ قادری — ایک علم دوست شخصیت

پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری اردو دنیا میں ایک ممتاز محقق، مؤلف اور مترجم کی حیثیت سے خاص شہرت کے حامل ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کی اسلامی تاریخ اور اسماء الرجال ان کی دلچسپی کے خاص موضوعات ہیں۔ اپنی علمی و تحقیقی کاوشوں کے سبب نہ صرف وہ ایک خاص اہمیت اور مقام رکھتے ہیں بلکہ انہیں علمائے ہند اور ہندوستان کی مذہبی و اسلامی تحریکات پر استناد کا درجہ بھی حاصل ہے۔ ان کا کمال محض یہی نہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی نہایت وقیع اور ادق موضوعاتِ علم و تحقیق کی تلاش و جستجو میں گذار دی اور ہماری تہذیبی و علمی تاریخ کی بعض اہم کتابوں کو ترتیب، حواشی اور ترجمہ کے ذریعہ اردو دنیا سے متعارف کرایا —— بلکہ انہوں نے علم و تحقیق کے ایسے موضوعات منتخب کئے اور ایسی شخصیات اور تحریکات پر دادِ تحقیق دی جو علمی دنیا کے لئے بالعموم اجنبی اور اس کی رسائی سے دُور رہے ہیں۔

انہوں نے اپنی ساری زندگی اور ساری دلچسپیاں علم و تحقیق کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ طرز زندگی نہایت سادہ اور درویشانہ ہے۔ فقر و قناعت اور بے نیازی اور خلوص و محبت اور شفقت و پاسداری ان کی شخصیت کے نمایاں اوصاف ہیں۔ ان کی محنت اور لگن اور جانفشانی اور دقت نظری ان کی زندگی کے ہر انداز اور ان کی لکھی ہوئی ہر ہر سطر سے ظاہر ہوتی ہے۔

وہ اپنی علمی اور تدریسی زندگی کے ذریعہ مفید اور لائق تحسین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان دنوں اردو کالج کراچی میں شعبۂ اردو کے صدر اور اپنے علمی و تحقیقی کاموں میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اردو کالج میں ایم اے (اردو) کی تدریس ہوتی ہے۔ ان کی شخصیت کے ان اوصاف کی تشکیل میں جہاں ان کی فطری لگن اور محنت و جانفشانی کا دخل ہے، وہیں وہ اپنے خاندان کے ایک شاندار علمی ورثہ کے بھی حامل ہیں، جس کے زیر سایہ ان کے علمی و ادبی مزاج کی تربیت اور تعمیر ہوئی ہے۔

ان کے ایک جد اعلیٰ حکیم احمد اللہ اپنے عہد کے نامور عالم اور خطیب تھے۔ ان کا خاندان بدایوں میں توطن پذیر تھا مگر روہیلوں کے عہد میں قصبہ آنولہ (ضلع بریلی) میں آکر آباد ہوا۔ نواب علی محمد خان والئ روہیلکھنڈ نے حضرت شاہ نور غازی کی زیارت (واقع منونہ) سے متعلق ایک بڑی اراضی وقف کی تھی، اس کے متولی حکیم احمد اللہ تھے۔ ان کے صاحبزادے حکیم حبیب اللہ علم و فضل میں ممتاز ہوئے۔ حکیم حبیب اللہ کے فرزند حکیم عظیم اللہ قادری بھی علم و فضل میں ممتاز تھے۔ انہیں علم الفرائض اور تجوید میں اعلیٰ دستگاہ حاصل تھی۔ "معارف المیراث"، "کاشف الحقیقت" "تفسیر سورۂ والعصر" ان سے یادگار ہیں۔ انہوں نے بعض کتابوں پر حواشی بھی تحریر کئے۔ درس و تدریس اور مطب ان کے مشاغل زندگی تھے۔ غالباً اطبائے رامپور یا نواب رامپور نے انہیں "اشرف الحکماء" کا خطاب دیا تھا۔ ان کا انتقال ۱۲۸۴ھ میں ہوا۔

ان کے چار صاحبزادے حکیم الٰہی بخش، حکیم سعید اللہ، میاں وحید اللہ اور حافظ امام الدین تھے۔ ان میں سے مولوی حکیم سعید اللہ مرحوم سے پروفیسر قادری صاحب کا سلسلہ ملتا ہے۔ حکیم سعید اللہ (۱۸۲۶ء، ۱۹۰۷ء) سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے۔ خاندانی پیشہ طب اور زمینداری سے تعلق رہا۔ کئی کتابیں لکھیں اور کئی کتابوں پر حواشی تحریر کئے۔ ۱۸۵۷ء میں خان بہادر خاں کی فوج میں بھرتی ہو کر گکرالہ (ضلع بدایوں) اور کنپلہ (ضلع فرخ آباد) میں انگریزی افواج

سے مقابلہ کیا۔ انہوں نے ایک فرزند مولوی رحیم بخش (۱۸۵۷ء، ۱۹۲۰ء) کو یادگار چھوڑے یہ پروفیسر قادری صاحب کے دادا تھے۔ انہوں نے علوم متداولہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ فن خطاطی میں کمال حاصل تھا۔ کئی رسالے اور کتابیں لکھیں عربی ادب پر گہری نظر تھی اور ابن عربی کا خاص مطالعہ تھا۔

انہوں نے ایک فرزند مولوی مشیت اللہ قادری (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۵۹ء) یادگار چھوڑے۔ یہ پروفیسر قادری صاحب کے والد ماجد تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم خلیفہ ضیاء علی سے حاصل کی۔ فارسی کی کتابیں اپنے والد اور مولوی اسد علی خاں سے پڑھیں اور فارسی میں بہت اچھی قابلیت حاصل کر لی عربی اپنے دادا حکیم سعید اللہ قادری سے تحصیل کی۔ اور کتب متوسطات تک ان سے پڑھیں پھر مولانا سید سراج الدین شاہجہانپوری سے کچھ کتابیں پڑھیں۔ اور مفتی حافظ بخش بدایونی سے تکمیل کی۔ منشی چوکھے لال سے ہندی سیکھی۔ بعض دیگر فنون بھی سیکھے۔ فن شہسواری سے بھی دلچسپی تھی۔ تاریخ و ادب میں کمال رکھتے تھے۔ تاریخ روہیلکھنڈ اور انساب ورجال پر گہری نظر تھی۔ تبلیغ دین اور مناظرہ سے خاص دلچسپی تھی۔ مختلف مقامات پر، خصوصاً بمبئی میں ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۳ء کے دوران قیام میں، مناظرے کئے اور تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہے اور کئی غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ تحریک پاکستان کے زبردست موید تھے۔ ۱۹۵۰ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ دادو (سندھ) میں مقیم ہوئے اور وہیں انتقال کیا۔ تاریخ انساب اور رد آریہ اور رد شیعہ میں ان سے بعض کتابیں یادگار ہیں۔ پروفیسر قادری کے علاوہ عبد القیوم عنایت اللہ اور نعمت اللہ ان کے فرزند ہیں۔ اول الذکر نے ۱۹۴۳ء میں بدایوں میں اور آخر الذکر نے ۱۹۸۱ء میں کراچی میں رحلت پائی۔

پروفیسر قادری صاحب آنولہ میں بروز چہارشنبہ بتاریخ ۲۸ جولائی ۱۹۲۶ء پیدا ہوئے۔ علاقہ کے ایک متقدر عالم اور بزرگ مولوی حکیم عبد الغفور نے ان کے کان میں اذان دی اور "چراغ علم" سے "تاریخ پیدائش نکالی۔ حافظ عبد الاحد اور حافظ عبد الغنی سے قرآن کریم پڑھا۔ پھر مدرسہ تعلیم المومنین میں تعلیم پائی اور ۱۹۳۹ء میں پرائمری اور ۱۹۴۲ء میں مڈل درجۂ اول میں کامیاب کئے۔ ریاضی میں امتیاز حاصل کیا۔ یہیں سے ۱۹۴۳ء میں ہندی مڈل کا امتحان بھی کامیاب کیا۔ ۱۹۴۷ء میں یوپی بورڈ سے میٹرک کا امتحان بھی درجۂ اول میں کامیاب کیا اور اردو اور ریاضی میں پھر امتیاز حاصل کئے۔ اسی اثنا میں اپنے والد اور مولوی اسد علی خان سے فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ میزان و منشعب مولوی حکیم عبد الغفور سے پڑھیں۔ بدایوں ان کا ننھالی وطن ہے۔ وہاں ان کے نانا حاجی وہاب الدین نہایت دیندار اور صاحب حیثیت بزرگ تھے تعلیم کے سلسلہ میں پروفیسر قادری صاحب چار سال تک بدایوں میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے وہاں سے اسلامیہ کالج میں انٹرمیڈیٹ کی تعلیم حاصل کی۔ اور ۱۹۵۰ء میں اس کا امتحان کامیاب کیا۔

اپریل ۱۹۵۰ء میں پاکستان کے لئے ہجرت کی اور والد کے ساتھ کچھ عرصہ دادو میں قیام رہا، بعدۂ کراچی آکر ۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ء کو محکمہ رسد و نرتیات، حکومت پاکستان میں ملازمت اختیار کر لی۔ اس عرصہ میں تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اردو کالج کراچی سے ۱۹۵۶ء میں بی اے کامیاب کیا اور پھر ۱۹۶۲ء میں جامعہ کراچی سے اردو میں ایم اے کا امتحان درجۂ اول میں کامیاب کیا۔

ان کی سرکاری ملازمت کا سلسلہ مئی ۱۹۵۷ء تک جاری رہا۔ اسے ترک کر کے وہ مئی ۱۹۵۷ء مارچ ۱۹۶۲ء تک "پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی" میں معاون محقق اور ریسرچ افسر کی حیثیت سے کام کرتے رہے لیکن ساتھ ہی ستمبر ۱۹۶۲ء سے مارچ ۱۹۶۳ء تک اردو کالج کراچی میں جز وقتی استاد شعبۂ اردو کی حیثیت سے منسلک رہے مگر پھر ۵ مارچ ۱۹۶۳ء سے مستقل لیکچرر کی حیثیت سے وابستہ ہوگئے۔ یہ تعلق برقرار ہے اور وہ اب ایک سینئر استاد کی حیثیت میں ایک معزز اور محترم درجہ پر فائز ہیں۔

اس عرصہ میں انہوں نے اپنی علمی و تدریسی حیثیت سے سبب ۱۹۷۵ء میں اردو کالج کی جانب سے "ہلال اردو تمغہ"، کالج ٹیچرس ایسوسی ایشن کی طرف

سے ۱۹۷۶ء میں "اکیڈمک ایوارڈ میڈل" اور اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ کی جانب سے اسی سال قائد اعظم کی صد سالہ تقریبات کے تعلق سے "تمغۂ قائد اعظم" حاصل کئے۔

پھر اس عرصہ میں انہوں نے متعدد قومی اور بین الاقوامی مذہبی، تاریخی اور ادبی کانفرنسوں میں بھی مندوب کی حیثیت سے شرکت کی اور ساتھ ہی برصغیر پاک و ہند کے کئی اہم کتب خانوں سے بھی استفادہ کیا۔

پروفیسر قادری صاحب ابتدائی تعلیمی زندگی ہی سے علم و ادب سے خصوصی لگاؤ کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح ابتدائی عمر ہی سے انہیں کتابوں کے مطالعہ اور انہیں جمع کرنے کا شوق رہا ہے چنانچہ اس وقت ان کا ذاتی ذخیرۂ کتب کئی ہزار اہم، نادر و کمیاب اور سینکڑوں قلمی نسخوں پر مشتمل ہے، جس میں تاریخ و رجال پر نہایت وقیع اور مفید کتابوں کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ ابتدائی تعلیمی زندگی ہی سے تصنیف و تالیف کا شوق پروان چڑھا اور مختلف رسالوں کے لئے مضامین لکھنے کی مشق جاری رہی۔ ان کا ابتدائی علمی و تحقیقی کارنامہ مولانا فیض احمد بدایونی کے حالات پر مشتمل ایک مختصر کتابچہ تھا، جو مئی ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔ ان کی یہ کاوش علمی دنیا میں انہیں متعارف کرانے کا ایک اہم وسیلہ ثابت ہوئی۔ پھر انہوں نے بہت جلد یکے بعد دیگرے کئی اہم کاوشیں علمی دنیا کے سامنے پیش کیں، جن میں وقائع عبد القادر خانی کو "علم و عمل" کے نام سے دو جلدوں میں اپنے قیمتی حواشی کے ساتھ مرتب کرنا اور مولوی رحمٰن علی کے معروف اور اہم تذکرہ "علمائے ہند" کو اپنے طویل مقدمہ اور مفید حواشی اور تعلیقات کے ساتھ اردو میں ترجمہ کرنا اور مرتب کرنا شامل ہے، علمی دنیا کو چونکانے اور ان کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی تھیں۔ اپنی محنت، دقیقہ رسی، خلوص اور لگن سے پروفیسر قادری صاحب نے ان کتابوں کو پہلے سے کہیں زیادہ مفید اور وقیع بنا دیا۔ ان کتابوں کے منظر عام پر آنے کے وقت تک وہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی سے منسلک تھے۔

اردو کالج سے بحیثیت استاد منسلک ہونے کے بعد ان کی علمی و تحقیقی اور تصنیفی سرگرمیوں کا دائرہ مزید وسیع ہو گیا۔ ان زمانہ کی کاوشوں میں "مخدوم جہانیاں جہاں گشت"، "مولانا محمد احسن نانوتوی"، "ارباب فضل و کمال" (بریلی) کی سوانح عمریاں اور ان کے علمی کارموں کا مفصل تذکرہ اور پھر تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ اور "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" کے (واقعات و شخصیات) پر ان کی جامع اور وقیع تصانیف ان کے یادگار علمی کارنامے ہیں۔ ان کے علاوہ تراجم میں "مجموعہ وصایا اربعہ" (شاہ ولی اللہ وغیرہ) "مآثر الامرا" (شاہنواز کی تصنیف کردہ تین جلدیں) "فرحت الناظرین" (محمد اسلم انصاری پسروری) اور "سیر العارفین" (جمالی) اور ترتیب و حواشی میں تواریخ عجیب (کالا پانی) عہد بنگش کی سیاسی، علمی اور ثقافتی تاریخ، مقالات یوم عالمگیر، تذکرہ نوری (حالات شاہ ابو الحسین نوری مارہروی) اور جنگ نامہ آصف الدولہ و نواب رامپور (معظم عباسی) وغیرہ ان کی ایسی کاوشیں ہیں جو علمی دنیا کے لئے مستقل استفادہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کاوشوں کے ساتھ ساتھ شریک مؤلف کی حیثیت سے "خط و خطاطی"، "علی گڑھ تحریک اور قومی نظمیں" اور "نقوش سیرت" مستقل اہمیت کی حامل بن گئی ہیں۔

ان مستقل اور مفصل علمی و تحقیقی کاوشوں کے علاوہ پروفیسر قادری صاحب نے برعظیم پاک و ہند کے بلند پایہ اور مقتدر علمی و تحقیقی مجلوں اور رسالوں میں مستقل اہمیت کے حامل مقالات اور مضامین لکھے اور تقریباً پچیس کتابوں پر مقدمات اور دیباچے تحریر کئے۔ علمی اور ادبی صحافت میں بھی ان کا دخل رہا ہے۔ سہ ماہی "بصائر" (کراچی) کے اعزازی نائب مدیر اور ماہنامہ "سرحد" (کراچی) کے اعزازی نگران رہے۔ ان کی نگرانی کے زمانہ میں انہیں کے اہتمام سے اور ان کی ادارت میں اس مجلہ کے سرسید نمبر (نقش ثانی) "تعلیمی پالیسی نمبر" اور "قائد اعظم نمبر" شائع ہوئے۔ اسی طرح العلم (کراچی) کا غالب نمبر انہوں نے مرتب کیا۔

یہ وہ کاوشیں ہیں جو بظاہر ماضی کا حصہ ہیں، لیکن دراصل انہیں مستقبل کے لئے ماضی کا ایک نہایت وقیع اور قابل فخر ورثہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ پروفیسر

قادری صاحب کا حال ان کے ماضی سے یقیناً زیادہ وقیع اور اہم ہے اور اسی اعتبار سے یہ مستقبل کی علمی دنیا پر زیادہ اثر انداز ہوگا۔ ابھی حال میں انہوں نے مغلیہ عہد کے اہم مورخ خواجہ نظام الدین احمد بخشی کی ضخیم اور مبسوط تاریخ "طبقات اکبری" کا ترجمہ مکمل کیا ہے جو مرکزی اردو بورڈ لاہور شائع کر رہا ہے اور ان دنوں وہ غزنوی عہد کے ایک عربی نژاد قبیلہ "بجلیم" پر ایک تحقیقی کتاب لکھ رہے ہیں۔ ابھی حال میں انہوں نے پی ایچ ڈی کی سند کے حصول کے لئے جامعہ کراچی میں ایک مبسوط تحقیقی مقالہ "اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصّہ" پیش کیا تھا، جس پر جامعہ کراچی نے انہیں ۱۹۸۰ء میں ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی ہے۔ یہ مقالہ اشاعت کے لئے تیار ہے۔ اس موضوع پر پروفیسر قادری صاحب کی تخصیص اور اس پر ایک طویل مدت کی جانفشانی یقیناً اس مقالہ کی اہمیت اور اس کے درجہ کا تعین کرنے کے لئے کافی ہے۔

زیر نظر کتاب پروفیسر قادری صاحب کے ان تحقیقی مقالوں پر مشتمل ہے جو انہوں نے غالب کے تعلق سے مختلف اوقات میں تحریر کئے ہیں۔ ان میں سے بعض مقالے ایسے ہیں جنہیں بلاشبہ غالبیات کے موضوع پر مفید اور معلوماتی اضافہ کی حیثیت دی جا سکتی ہے۔ ان مقالوں میں نہ صرف غالب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی متعدد نئی معلومات اور تاریخ و تحقیق کے کئی نئے گوشے اجاگر اور نمایاں نظر آئیں گے۔ ایسے بہت سے پہلو جو اب تک غالبیات ـــ بلکہ تاریخ و تہذیب کے جائزہ میں سمٹ نہیں سکے تھے وہ ان مقالوں کے ذریعہ اب وقف عام ہو رہے ہیں۔ یقین ہے کہ جہاں اس کتاب کی اشاعت سے پروفیسر قادری صاحب کی غالبیات سے دلچسپی کا اندازہ ہو سکے گا، وہیں یہ غالبیات کے ذخیرہ میں ایک مفید، معلوماتی اور وقیع اضافہ بھی سمجھی جائے گی۔

بقیہ : مجلس ذکر

کے دانہ کے برابر ایمان نہ ہوگا۔"

عزیزانِ گرامی! یہ طویل حدیث اپنے مطلب و مقصد کے لحاظ سے بڑی واضح ہے۔ ایک امانت ایسی چیز ہے جو اٹھ جائے تو انسان کہیں کا نہیں رہتا ـــ ایک حدیث میں ہے لا ایمان لمن لا امانۃ لہٗ ـــ جو امین نہیں وہ مومن نہیں ـــ ایک حدیث میں امانت میں خیانت کو منافقت کی نشانی بتلایا امانت صرف روپے پیسے سے متعلق نہیں ہر قومی اور اجتماعی ذمہ داری امانت میں شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے جب قیامت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ جب ذمہ داریاں غیر اہل اور غیر ذمہ دار لوگوں کے سپرد کر دی جائیں تو تم قیامت کا انتظار کرنا۔

آج سوچیں کہ کاروباری معاملات سے لے کر اعلیٰ مناصب تک ذمہ داریوں کے معاملہ میں قوم کا رویہ کیا ہے؟ جب ساری قوم اس مصیبت کا شکار ہے کہ امانت کی نعمت و دولت سے محروم ہو چکی ہے تو پھر اپنا مقام سوچیں اور متعین کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے نواز کر حق و صواب کی راہ پر

بقیہ : حضرت حسن رضؓ

بلکہ ان کی طفلانہ اداؤں کو پورا کرنے میں امداد دیتے تھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے وقت رکوع میں جاتے تو حسنؓ و حسینؓ دونوں ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے آپ دونوں کے نکلنے کے لئے پاؤں کے درمیان راستہ بنا دیتے۔ آپ سجدہ میں ہوتے تو دونوں پشت مبارک پر بیٹھ جاتے آپ اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے جب تک دونوں خود نہ اتر جاتے۔

بقیہ : قرآن حکیم اور . . .

کہ نماز کی بجا آوری ممکن ہی نہیں جب تک قرآن کی کچھ آیتیں اس میں نہ پڑھی جائیں۔

پس ہر مسلمان کے لئے لازم ٹھہرا کہ کم از کم اتنا قرآن تو بہرحال یاد کرے جو نماز کی ادائیگی کے لئے کافی ہو۔

قرآن کے حفظ کرنے والے وہ بھی ہوتے ہیں جو اس کے مفہوم و معنی کو سمجھتے ہیں اور وہ بھی جو بلا سمجھے ہوئے محض تقرب الٰہی کے خیال سے اسے زبانی یاد کرتے ہیں

انجمن کے شب و روز

مرتب : ظہیر میر

یکم اگست بروز اتوار :

حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ نے چوہدری امین صاحب کے صاحبزادے کی شادی خانہ آبادی میں شرکت فرمائی اور نکاح مسنونہ پڑھایا ـــ چوہدری امین صاحب سے خصوصی تعلقات محترم نبیر احمد صاحب کی وجہ سے ہیں جناب نبیر احمد صاحب سے حضرت اقدس کے مراسم بہت پرانے ہیں اور ان کا شمار حضرت لاہوریؒ کے خدام خاص ہوتا ہے۔ آج کل وہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر قائم رکھے۔ گزشتہ عرصہ سے بیمار ہیں شافی مطلق شفائے کامل سے نوازے۔ آمین!

اسی روز حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ تعزیت کے لئے لاہور کینٹ میں کرنل عبدالحی لقمان مرحوم و مغفور کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ اسی روز صبح چار بجے مولانا عبدالقادر صاحب قصوری اور جناب میاں محمود علی قصوری بار ایٹ لاء کے قریبی عزیز جناب صلاح الدین قصوری انتقال فرما گئے تھے۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ مرحوم صلاح الدین قصوری صاحب کا قیام آج کل کرنل صاحب کے ہاں ہی تھا وہ ایک عرصہ سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے۔ گزشتہ دنوں علاج کی غرض سے اپنے ڈاکٹر صاحبزادے کے پاس امریکہ بھی گئے تھے اور مرحوم کے لئے بطور خاص دعائے مغفرت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ پس ماندگان کو صبر جمیل اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مقام رفیع سے سرفراز فرمائے۔

اتوار یکم اگست کی شام کو حسب معمول مجلس ذکر کے لئے مسجد خضریٰ تشریف لے گئے وہاں سے رات گئے واپسی ہوئی۔

۴ر اگست بروز بدھ مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام سات روزہ تربیتی اجتماع میں شرکت کے لئے (نتھیا گلی) کوہ مری تشریف لے۔ میاں صاحب ۴ر اگست کو صبح ۲½ بجے نتھیا گلی پہنچے۔ اور صبح دس بجے تربیتی اجتماع کی ایک اہم نشست سے خطاب فرماتے ہوئے طلباء کو موجودہ حالات میں ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔ مولانا اجمل قادری صاحب نے بین الاقوامی تیزی سے بدلتے ہوئے حالات و واقعات کا تجزیہ کرتے ہوئے طلباء کو تلقین کی کہ وہ اپنے آپ کو آنے والے حالات کے لئے مکمل طور پر تیار کریں۔ آپ نے فرمایا کہ موجودہ پُرآشوب دور میں طلباء کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ آپ نے نوجوانوں سے کہا کہ آپ واقعتاً خوش قسمت حضرات ہیں جن کی جوانیاں اللہ کی خاص مہربانی سے دین حق کے لئے علماء حق کی قیادت میں صرف ہو رہی ہیں۔

یہاں سے فارغ ہو کر مولانا اجمل قادری صاحب حضرت اقدس مولانا عبدالعزیز صاحب رائپوری دامت برکاتہم العالیہ کی

خدمت میں بھوربن حاضر ہوئے۔ بھوربن لنگ کسی سے تقریباً ۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ تاریخی اہمیت کی حامل جگہ ہے میاں صاحب نے دوپہر کا کھانا حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہ کے ساتھ تناول فرمایا۔ اور حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ کی طرف سے انہیں سلام نیاز اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت رائپوری نے بھی جواب میں سلام اور بہت سی دعاؤں سے نوازا اور حضرت اقدس کے لئے پیغام بھی دیا — حضرت رائپوری اُسی خصوصی قیام گاہ میں تشریف فرما تھے جہاں حضرت الشیخ مولانا عبدالہادی صاحب دینپوری نوراللہ مرقدہٗ تشریف فرما ہُوا کرتے تھے۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ جب کوہ مری تشریف لے جاتے تو بھوربن میں ہی قیام ہوتا تھا اور حضرت دینپوری کے قیام کے دوران دُور دراز سے بے شمار عقیدتمند حاضر ہوتے اور دینپور والے لنگر کا سلسلہ وہاں بھی قائم ہو جاتا اور شب و روز روحانی مجلسیں برپا ہوتیں۔ حضرت دینپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر امام الھدیٰ حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ بھی ان دنوں وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور کافی عرصہ وہیں قیام فرماتے تھے۔ مولانا میاں اجمل قادری صاحب نے وہاں پر جناب صوفی اقبال صاحب مدنی سے بھی ملاقات کی۔ صوفی اقبال مہاجر مدنی بڑے اللہ والے بزرگ ہیں۔ میاں صاحب نے حضرت کی طرف سے سلام پیش کیا اور انہیں حضرت اقدس کی طرف سے لاہور آنے کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول فرمایا اور پھر تشریف لاتے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ بھوربن میں جس مکان پر حضرتؒ دینپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ہوتا تھا وہیں ساتھ والے کمرے میں مولانا مسعود علی صاحب آزاد بھی تشریف فرما ہُوا کرتے تھے مولانا مسعود علی آزاد صاحب حضرت رائپوری کے خلیفہ مجاز اور امام الصلوٰہ تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی بزرگ یہاں تشریف لاتے اور اس علاقے کو اللہ کے ذکر سے منور فرماتے۔

۵ راگست بروز جمعرات

مولانا اجمل قادری صاحب کوہ مری سے واپسی پر کوہاٹ تشریف لے گئے اور کوہاٹ میں سابق ایم۔این۔اے مولانا نعمت اللہ صاحب اور جناب جاوید ابراہیم پراچہ صاحب کے ساتھ ملاقات کی مولانا اجمل قادری صاحب کے ساتھ اس سفر میں مولانا زاہدالراشدی صاحب اور انجمن خدام الدین کراچی کے نوجوان ناظم جناب سرفراز احمد صاحب بھی تھے۔ کوہاٹ سے واپسی پر پشاور میں میاں صاحب نے حضرت مولانا ایوب جان بنوری صاحب سے دوپہر کے کھانے پر ملاقات کی۔ یہاں علاقے کے معتبر حضرات اور جماعتی تعلق رکھنے والے احباب کافی تعداد میں جمع تھے میاں صاحب نے انہیں جماعتی صورتِ حالات سے آگاہ کیا۔ اور حضرتِ اقدس کا پیغام بھی مولانا ایوب جان بنوری صاحب، کو پہنچایا۔

پشاور سے واپسی پر بعد نماز عصر میاں صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ محقق العصر، شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت اقدس میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حاضری دی اور انہیں حضرت اقدس کا پیغام پہنچایا اور سلام نیازمندی پیش کیا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے بھی جواب میں بہت ہی شفقتوں سے نوازا اور فرمایا کہ اگرچہ حضرت مولانا عبیداللہ انور میرے شاگرد ہیں لیکن ان کے مقام اور مرتبہ سے میں بخوبی واقف ہوں۔ جتنی عزت اور احترام میرے دل میں حضرت لاہوریؒ کا ہے اتنا ہی مولانا عبیداللہ انور صاحب کا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ہم تو سیاست میں حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ بھی صرف مولانا عبیداللہ انور صاحب کی وجہ سے تھے ورنہ ہمیں اُن سے بہت سی باتوں میں اختلاف تھا حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ، العالی نے واپسی پر میاں صاحب کو حضرت اقدس کے لئے ایک تحریر بھی عنایت فرمائی جو عنقریب شائع کی جا رہی ہے۔

۵ راگست بروز جمعرات حضرتؒ اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ نے جامع مسجد شیرانوالہ میں حسب معمول مجلس ذکر منعقد کرائی اور خطاب بھی فرمایا۔ نماز عشاء کے بعد دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کی تکالیف اور شکایات سنیں اور اللہ کے نام کے ساتھ ان کی تسلّی و تشفی فرمائی۔

۶ ۱راگست بروز جمعۃ المبارک

حضرت اقدس نے جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور میں نماز جمعہ پڑھائی۔ نماز کے بعد مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں سے فرداً فرداً ملاقات کر کے ان کے مسائل سنے اور کتاب و سنّت کی روشنی میں ہدایات جاری فرمائیں۔

۹-۱۰ راگست بروز پیر

منگل حضرت مولانا حافظ حمیداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی کی شادی میں حضرت اقدس نے شرکت فرمائی خود نکاح پڑھایا اور بچی کو دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔ برات چکوال سے آئی تھی اور بخیریت واپس پہنچی۔

۱۱ راگست بروز بدھ مولانا اجمل قادری صاحب اپنے تمام گھر والوں سمیت دعوت ولیمہ میں شرکت کے لئے چکوال تشریف لے گئے۔ وہاں دو دن قیام رہا۔ محترم میاں اکمل صاحب جو بہاولپور میڈیکل کالج میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہ بھی شادی میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے اور ۱۶ راگست کو واپس بہاولپور روانہ ہو گئے اللہ تعالےٰ انہیں اپنے حفظ و امان میں رکھیں اور کامرانیوں سے نوازیں آمین!

۱۲ راگست بروز جمعرات

حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم العالیہ کے صاحبزادے جناب مولانا مطیع الرحمٰن صاحب درخواستی تشریف لائے۔ انہوں نے حضرت اقدس سے ملاقات کر کے حضرت درخواستی مدظلہ العالی کا پیغام پہنچایا اور مولانا میاں اجمل قادری صاحب سے جماعتی صورت پر تفصیل سے گفتگو کی۔

۱۳ راگست بروز جمعۃ المبارک

میاں صاحب نے حضرت اقدس کے خادم خاص جناب حاجی بشیر صاحب کے بڑے صاحبزادے جناب شاہد انور صاحب کی دکان کا افتتاح فرمایا میاں صاحب کے ساتھ مولانا مطیع الرحمٰن صاحب درخواستی بھی تھے۔ دونوں حضرات نے مل کر فیتا کاٹا۔ شاہد انور صاحب نے یہ دکان لاہور میں پیر غازی روڈ پر حاصل کی ہے وہ وہاں ٹیلرنگ کا کام کرتے ہیں۔ اللہ انہیں اس کام میں برکت نصیب فرمائے (آمین) بعد مغرب اسی دکان میں حضرت مولانا صوفی یونس صاحب نے مجلس ذکر منعقد کرائی لنگر اور مٹھائی بھی حاضرین میں تقسیم کی گئی۔

۱۴ راگست بروز ہفتہ

بنات پبلک سکول شیرانوالہ میں یوم پاکستان کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان تقریب جشن آزادی منعقد ہوئی۔ سکول کی پرنسپل مسز خالدہ ناصر ایم اے وائنگٹنی نے صدارت کی اس تقریب میں بیگم مولانا عبیداللہ انور نے بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی اور بچیوں میں مٹھائی بھی تقسیم فرمائی۔ اس تقریب سے خطاب

کرتے ہوئے۔ بیگم مولانا عبیداللہ انور صاحبہ نے سکول کی کارکردگی کو سراہا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہاں آکر ہمیشہ خوشی نصیب ہوئی ہے۔ انہوں نے یوم آزادی پر خدا کا شکر ادا کیا مبارک باد کہی اور فرمایا محنتی اور نیک فطرت طالبات قوم کا قیمتی سرمایہ ہوتی ہیں۔ اور وہی آگے چل کر اچھی مائیں ثابت ہوتی ہیں۔ اچھی مائیں ہی اچھی قوم پیدا کیا کرتی ہیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس ادارے سے فارغ ہونے والی بچیاں مستقبل میں قوم اور ملک کے لئے انتہائی مفید اور سود مند ثابت ہوں گی۔ سکول کی پرنسپل مسز خالدہ ناصر نے مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یقین دلایا کہ ہم سکول کی کارکردگی کو بہتر بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔

۱۴ راگست کو لاہور کے مشہور ڈینٹسٹ ڈاکٹر اسلم ہوشیارپوری کے بھائی جناب صوفی اقبال مدنی صاحب حضرت اقدس کی خصوصی دعوت پر تشریف لائے۔ صوفی صاحب موصوف عرصہ ۲۰ سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ حضرت شیخ مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا خصوصی تعلق تھا اور حضرت کی ڈاک وغیرہ کے جوابات بھی صوفی صاحب موصوف ہی دیا کرتے تھے ـــــ ڈاکٹر اسلم ہوشیارپوری بھی ان کے ساتھ تشریف لائے۔ بعد مغرب حضرت اقدس سے ملاقات ہوئی۔ صوفی اقبال صاحب خوش قسمت ہیں کہ انہوں نے قطب عالم حضرت شیخ الحدیث رح سے خوب استفادہ کیا ہے اور حضرت شیخ کے ارشاد کے مطابق عبرت آموز رسائل ذکر ہیں اکابر کے ذکر و احسان، اکابر کا تقوی، آداب الحرمین، دعوت و تبلیغ میں ذکر کی اہمیت، مجبوب العارفین وغیرہ رسائل تحریر فرماکر شائقین پر احسان کیا ہے۔

۱۵ راگست بروز اتوار بعد مغرب مختلف علاقوں سے آئے ہوئے جماعتی احباب نے حضرت اقدس سے جماعتی صورتِ حال پر تبادلہ خیالات کیا۔ یہ حضرات کراچی، صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب کے بعض علاقوں سے تشریف لاتے ہوئے تھے۔

سردار محمود خاں لغاری مدظلہ جن کا بیعت کا تعلق حضرت مدنی رح سے ہے اور بعض کا حضرت لاہوری رح سے اور باقی کا روحانی تعلق حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ سے ہے۔ لغاری صاحب کی اہلیہ محترمہ کی ہمشیرہ صاحبہ گذشتہ دنوں لاہور میں انتقال فرما گئیں ـــ حضرت اقدس تعزیت کے لئے ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ وہاں دعائے مغفرت فرمائی اور لواحقین سے تعزیت فرمائی۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائیں، اور جنت الفردوس میں ارفع مقام عطا فرمائیں۔ آمین!

○

داخلہ

آزاد کشمیر کی فعال اور بے لوث مثالی دینی درسگاہ دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری رجسٹرڈ آزاد کشمیر میں درجہ حفظ تجوید اور درس نظامی کا پورا نصاب پڑھایا جاتا ہے جبکہ موقوف علیہ اور دورہ حدیث کے طلباء کو دارالعلوم معقول وظائف بھی دیتا ہے۔ اس دارالعلوم کا داخلہ جاری ہے اور جس کی آخری تاریخ ۲۵ رشوال ہے۔ خواہش مند طلباء بلا تاخیر اپنی درخواستیں ارسال کریں۔

نیز دارالعلوم کو قابل ترین اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں۔ جبکہ شیخ الحدیث فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد یوسف خاں صاحب دامت برکاتہم ہیں۔

منجانب ناظم تعلیمات
دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری پونچھ
آزاد کشمیر

أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي
فدایانِ ختم نبوت
جاں نثارانِ ملتِ بیضا
ربوہ چلیئے
عظیم الشان
۲ روزہ
ختم نبوت کانفرنس
۶/۷ ستمبر ۱۹۸۲ء بروز پیر منگل
بمقام: مسلم کالونی ربوہ
۶ ستمبر ۱۹۶۵ء
پاک فوج کے مجاہدین اسلام نے دشمن افواج کی یلغار کو روکا۔
۷ ستمبر ۱۹۷۴ء
اسلامیانِ پاکستان قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دینے میں کامیاب ہوئے۔
ان اہم واقعات کو زندہ رکھنے کیلئے ۶/۷ ستمبر ۱۹۸۲ء کے اس ملی اجتماع میں شرکت فرمایئے۔
رابطہ کیلئے
فون ربوہ ۴۶۶
فیصل آباد ۲۴۷۰۰
لاہور ۶۳۱۹۵
رابطہ کے لئے
فون ملتان ۷۶۳۳۸
۳۲۳۴۱
اسلام آباد ۲۹۱۸۶
مجلس تحفظ ختم نبوت، پاکستان